

امام دارالافتاء  
قطیف

ارشاد الحق

اداره علوم اشریہ • لاٹک پور

امام دارقوت

Love to all

Love to all

مرتب  
ارشاد الحق

Love to all

مختص

ادارہ علوم اثریہ

ناشر

ادارہ علوم اثریہ

منگھری بازار - لاہل پور

## المباحث ۹ و ۱۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱	امام دارقطنی کے	۱۵	۱	امام و نسب	۱
۵	علم و فضل کا اعتراف		۲	ولادت	۲
۷	امام دارقطنی کے صاحب	۱۶	۲	طلب علم	۳
۹	امام دارقطنی اور	۱۷	۳	شیوخ و اساتذہ	۴
	امام ابو حنیفہ		۱۲	تلامذہ	۵
۱۱	سنن دارقطنی اور	۱۸	۱۶	ادب و لغت	۶
	دیگر تصانیف		۱۸	امام دارقطنی شیبہ	۷
۱۲	سنن دارقطنی اور	۱۹	۲۲	فقاہت و حافظہ	۸
	اس کے ناقدین		۲۸	علمی و دینی	۹
۱۳	سنن دارقطنی اور	۲۰	۲۸	امام دارقطنی اپنے اساتذہ	۱۰
	اس کے شیعے			کی نظر میں	
۱۴	سنن دارقطنی پر ایک نظر	۲۱	۳۰	فقہ و فقاہ	۱۱
	بعض کتب صحاح سے	۲۲	۳۲	نرم مزاجی و انکساری	۱۲
	تقابل		۳۳	تجدید و نعت	۱۳
	آئمہ سے طریق روایت	۳۰	۳۴	امام دارقطنی اور	۱۴
	حدیث قلیبن اور دارقطنی	۳۲		ان کے معاصرین	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۶۲	میزان الاعتدال اور لسان المیزان	۳۸	۹۲	کتاب النعل للدارقطنی	۲۵
۱۶۳	الموتلفات والمفلفات	۳۹	۹۳	دیگر اصحاب نعل	۲۶
۱۶۴	امام دارقطنی کے بعد اس فن پر لکھنے والے	۴۰	۱۰۵	علی حدیث میں النعل لدارقطنی کی اہمیت	۲۷
۱۶۵	کتاب المیزان لیسین الدار قطنی	۴۱	۱۰۹	کتاب اللزائم والنتیج	۲۸
۱۶۶	کتاب التعمیبات	۴۲	۱۲۱	کتاب التبیح اور یرح بخاری تنبیہ	۲۹
۱۶۷	کتاب الافراد	۴۳	۱۳۵	کتاب المضاعف والمترقب	۳۰
۱۶۸	کتاب غرائب مالک	۴۴	۱۳۶	من المحدثین	۳۱
"	کتاب من حدیث دینی	۴۵	۱۳۸	الخرج والاعتدال	۳۲
"	کتاب المستجاد	۴۶	۱۳۸	فن جرح و تعدیل اور امام دارقطنی	۳۳
"	کتاب اللامالی	۴۷	۱۳۹	امام دارقطنی پر اعتراض اور اس کا جواب	۳۴
"	کتاب الرویة	۴۸	۱۳۹	ایک دوسرا اعتراض اور اس کا جواب	۳۵
۱۶۹	کتاب المدرج	۴۹	۱۴۰	امام دارقطنی کے بارے میں اس فن پر لکھنے کا آغاز	۳۶
۱۷۰	کتاب القراءات	۵۰	۱۴۰		
۱۷۱	کتاب القضاء بالبین	۵۱	۱۵۰		
۱۷۲	صحیح الشاہد	۵۲			
۱۷۳	کتاب الانوثة	۵۲			

۱۹/۵/۲۰۲۰  
۱۰۵/۶/۲۰۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحة	نمبر شمار	مضمون	صفحة
۵۳	كتاب الفوائد المنتخبة <sup>لعمري</sup>	۱۷۷	۷۰	الاعتراف بالمعروف والنبذ عن المنكر	۱۷۹
	من اشيوخ الثقات	۱۷۷	۷۱	كتاب السنة	۱۸۰
۵۴	كتاب الرمي والنصال	۱۷۸	۷۲	مسند مالك	"
۵۵	مسند البوذية	"	۷۳	غريب اللقب	"
۵۶	تسمية من روى عن اولاد <sup>لعشيرة</sup>	"	۷۴	الرباعيات	"
۵۷	كتاب الاسنجا	"	۷۵	كتاب الاقران	"
۵۸	سؤالات البرقاني	۱۷۹	۷۶	ذيل على تاريخ البخاري	"
۵۹	سؤالات حمزة عن الدارقطني	"	۷۷	ذيل على ثقات ابن حبان	"
۶۰	سؤالات الحاكم عن الدارقطني	"	۷۸	انتخاب الاحاديث البر	"
۶۱	سؤالات اسلمى	"	"	بهارى	"
۶۲	كتاب الرواه عن مالك	"	۷۹	كتاب المساجد	"
۶۳	كتاب المجتبى	۱۷۹	۸۰	ذكر التابعين ومن بعدهم	"
۶۴	المعرفة مذايب الفقهاء	"	"	من صححت روايته عند البخاري	"
۶۵	رجال بخاري	"	"	ومسلم	"
۶۶	المعرفة بالادب والشعر	"	۸۱	الاحاديث التي خالف فيها	"
۶۷	كتاب الموطات	"	"	ام دار الهجرة مالك بن انس	۱۸۱
۶۸	البحر بسم الله	"	۸۲	احاديث ابى اسحاق ابراهيم	"
۶۹	كتاب فضائل الصحابة	"	"	بن محمد النيسابوري	۱۸۱

نمبر شمار	مضمون	صفحة	نمبر شمار	مضمون	صفحة
۸۳	مقدمه كتاب الصلوات والمشركين	۱۸۱	۹۰	احاديث نزول باري تعالى	۱۸۲
۸۴	كتاب النسخ	"	۹۱	احاديث الموطن و اتفاق	۱۸۲
۸۵	المستخرج على الصحيح	"	الرواة عن مالك		
۸۶	الغيلانيات	"	اشتملا عليهم فيها زيادة و نقصا		
۸۷	شيوخ البخاري	۱۸۲	حاشية سنن الدرر القطري	۹۳	۱۸۳
۸۸	شيوخ الشافعي	"	شيوخ مسلم	۹۴	"
۸۹	الرواة عن الشافعي	"	وفات	۹۵	"

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش لفظ

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے نظم و مدعا کی حفاظت کی ہے  
 اسی طرح وحی کے دوسرے حصہ حدیث کی حفاظت کے بھی سامان بہم  
 پہنچانے کے لیے اور ہر دور میں اس دور کی ضرورت کے مطابق ایسے اشخاص  
 پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے حدیث کی حفاظت و مدافعت میں مجرمانہ  
 کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ تاریخ تدوین حدیث کے مطالعہ سے یہ احساس  
 ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے محدثین کو اسی کام کے لئے پیدا کیا تھا  
 اور انہوں نے بھی وہی کام سرانجام دینے جس کے لئے وہ پیدا ہوئے تھے  
 صحابہؓ و تابعینؒ کے بعد ائمہ اسلام اور محدثین کا دور شروع ہو جانا  
 ہے۔ یہ دور اس اعتبار سے نہایت پر فتن دور ہے کہ اس میں ہر قسم کے  
 ذہل بدعت پیدا ہو گئے تھے اور نئے وضع حدیث بھی اپنی پوری قوت کے  
 ساتھ ظاہر ہو چکا تھا اس دور میں محدثین نے ایک طرف تو جمع و تدوین حدیث  
 کا کام تہذیبی سے سرانجام دیا اور دوسرے طرف سفر و سیاحت کی تکالیف اٹھا کر بلا  
 اسلامیہ کے ہر گوشے میں پہنچنے کی کوشش کی اور پھر اس جمع شدہ ذخیرہ کی تہذیبی  
 تنقیح ہرگز خود ایک محنت طلب کام تھا چنانچہ محدثین نے اپنی لگاتار محنتوں سے  
 اس ذخیرہ کو نہ صرف مرتب کیا بلکہ سند و متن کی صحت اور عدم صحت معلوم  
 کرنے کے لئے قواعد و اصول بھی ترتیب دیئے۔ تاریخ رجال پر کتابیں لکھیں،

احادِ پیش کے انواع و اقسام اور درجات مقرر کیے۔ علوم حدیث کو انواع میں تقسیم کیا اور ہر نوع کا تحقیق کی ان میں سے بعض انواع کی اہمیت کے پیش نظر ان پر مستقل تالیفات ترتیب دیں علیٰ الحدیث اور جرح و تعدیل کی طرح ذاتی اقتد و تحمل اور ادا کے الفاظ مقرر کیے انٹرنیشنل علم حدیث بہر پرچہ مکمل کیے اس میں فنی کمال پیدا کر دیا اور امرتسر کے نئے بحث و تعویض کے خطوط متعین کر دیئے۔

امرتسر کے بعض محدثین آئے انہوں نے انہی خطوط پر کام کیا لیکن اسی سلسلہ میں بعض ایسے محدث بھی نظر آئے ہیں جنہوں نے اس فن میں خصوصی کمال..... اور وہ سرزما سے امتیاز ہی حیثیت حاصل کی۔

انہی امتیاز حاصل کرنے والوں میں ایک اہم ”دارقطنی“ بھی ہیں جو اس مقالہ کے ہیرو ہیں۔

امام دارقطنی پر اس سے قبل بھی بعض علما نے اپنے مقالات شائع کیے مگر ان میں کہ وہ مقالہ نگار اختلاف مسلک کی بنا پر امام موصوف کی علمی شخصیت کا صحیح طور پر تجزیہ کرنے سے قاصر رہے اور ان کو مقتد و غیرہ بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی بلکہ یہ کہنا بجا ہے کہ انہوں نے امام موصوف پر جو کچھ لکھا گریز با ہو کر لکھا اور امام موصوف کے متعلق غلط تاثر دینے کی کوشش کی۔

یہی وہ چیزیں ہیں جو زیر نظر مقالہ کی تدوین کا باعث بنی ہیں اس مقالہ میں اس تشنگی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو سابق مقالات میں پائی گئی تھی اور امام موصوف پر عائد کردہ الزامات کا مدلل جائزہ لیا گیا ہے خصوصاً السنن



پر تبصرہ، علل الحدیث، جرح و تعدیل میں امام دارقطنی کا مقام، تالیفات وغیرہ  
چند عنوانات پر ان کی اہمیت کے پیش نظر جامع بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ  
بعض فہم حدیث میں تو امام دارقطنی سابق محدثین سے بھی بائیں گئے ہیں اور بعض فہم  
میں انہیں سابقیت کا مقام حاصل ہے۔

عرصہ سے یہ خیال دہلیگیر تھا کہ امام موصوف پر ایک جامع مقالہ ترتیب دیا جائے  
مگر نامساعد حالات اسی راہ میں ہمیشہ کاوٹ بنتے رہے آخر مولوی ارشاد الحق متخصص  
ادارہ علوم اشریہ سال دوم نے اس شخص کا بیڑا اٹھایا اور ادارہ کی رہنمائی کے مطابق اسی  
پیہم محنت نے اس دیرینہ خواہش کو تکمیل کا جامہ پہنا دیا۔ یہی ہے کہ یہ مقالہ علمی حلقوں  
میں وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل ان کو مزید علم حدیث  
کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

ہمارے ہندو بیدگرم میں پاک و بھارت میں مشاہیر اہل حدیث اور ان کی  
نئی سیاسی خدمات پر کام کرنا بھی داخل ہے یہ تاریخ اہل حدیث کا ایک حصہ  
ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور ادارہ کو اپنے  
مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ دینا تقبل صنا انک انت السميع العليم وصلى الله  
تعالى على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين آمين بوجہک یا  
ارحم الراحمين فقط

(مولانا) محمد عبدہ القلاح

خادم ادارہ علوم اشریہ

لائل پور

۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى. انا بعد  
اس مختصر مقالہ میں ہم جس ہستی کا تذکرہ کر رہے ہیں وہ چوتھی  
صدی ہجری کے نامور تاجدار حدیث حضرت امام دارقطنی رحمۃ اللہ  
علیہ ہیں جنہیں مورخ کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کر سکتا بلکہ یہ کہنا  
بالکل درست ہے کہ ان کے تذکرہ کے بغیر چوتھی صدی کی تاریخ ناممکن  
ہے گی۔

**نام و نسب** نام علی کنیت ابوالحسن۔ آپ حافظ بغداد کے لقب  
سے مشہور ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے :-

ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن النعمان بن  
بن دینار بن عبداللہ الدار قطنی البغدادی

نسبت میں گو دارقطنی بغدادی کہا جاتا ہے مگر دارقطنی معروف تر  
ہے۔ دارقطنی بغداد کا ایک بڑا محلہ تھا۔ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں۔  
"نسبہ الی دارقطنی وکانت محلۃ کبیرتہ بغداد"

اور دارقطنی کے ضبط میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ بہ نعتہ وال سکون العت

لہ کشف الطون ص ۱۰۰ ج ۲ لہ طبقات الشافعیہ ص ۳۱۰ ج ۲ و تاریخ بغداد

لہ اللباب ص ۴۰۴ ج ۱ الاکمال فی اسماء الرجال

فقہ باہر صنف قاف اور سکون طاقیہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔  
 دارقطن محلہ کرخ اور نہر عیسیٰ بن علی کے درمیان واقع تھا۔ عربی  
 میں قطن روئی کو کہتے ہیں۔ اس محلہ میں روئی کی بہت بڑی منڈی ہوگی  
 اسی وجہ سے یہ محلہ دارقطن کے نام سے مشہور ہوا۔

**ولادت** امام دارقطنی عیسیٰ خلیفہ المقدس باللہ کے عہد  
 میں پانچ ذی القعدہ ۳۰۶ھ یا ۳۰۷ھ یا ۳۰۸ھ یا ۳۰۹ھ کو  
 پیدا ہوئے۔ طاقیہ کبریٰ زاہد سن تولد میں متروک ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔  
 "ولد سنة خمس اوست وثلثائتہ"

کہ وہ ۳۰۵ھ یا ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے لیکن اکثر تذکرہ نویسوں نے  
 سن تولد ۳۰۷ھ ہی لکھا ہے اور اس کی تائید خود امام موصوف کے  
 کلام سے بھی ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"ولدت سنة ست وثلثائتہ"

اس بنا پر ۳۰۶ھ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اس کے بعد کسی قسم  
 کے شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی

**طلب علم** امام دارقطنی کے سفر و رحلت کی تفصیل رجال و سیر  
 کی کتابوں میں نہیں ملتی۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ  
 انہوں نے ابتدائی عمر میں ہی علمی جواہرات بڑی تندہی سے جمع کرنا شروع

۱۔ فیہ ورفیات الایمان ص ۳۵۹ ج ۱۔ ۲۔ معجم البلدان ص ۵۲۲ ج ۲۔ ۳۔ ویرد کلین ص ۱۰  
 ۴۔ ورفیات واللباب ص ۱۸۳ ج ۱۔ ۵۔ نہ کلی ص ۱۳۱ ج ۱۔ ۶۔ ویرد کلین ص ۲۱۰ ج ۳  
 ۷۔ تفسیر تلمیح ص ۵۷ ج ۱۔ ۸۔ کتاب الاثرات و التبع اس کا نقلی نسخہ

کر دیتے تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

”کان فی صغره موصوفاً بالحفظ الباهر والقدیم الثاقب والبحر

الزائر“ ۱

ان کے مشائخ کے اوطان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے علم حدیث کے حصول کی خاطر مختلف ممالک کے سفر کیے تھے۔ بغداد جو اس وقت تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں عالم اسلام کا بہت بڑا مرکز تھا جس کا ذکر امام عالم نیشاپوری نے ”مدینۃ العلم و موسم العلماء والافاضل“ جیسے شاندار الفاظ سے کیا ہے۔ وہاں سے استفادہ کے بعد امام موصوفؒ نے علوم و فنون کی تکمیل کے لئے مکہ، مدینہ، بصرہ، شام، کوفہ اور مصر وغیرہ بلاد کی طرف سفر کیے۔ کیونکہ یہی وہ ممالک ہیں جہاں سے بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ علوم نبوت یعنی تفسیر قرآن اور سنت و شریعت کے سرچشمے پھرتے اور علماء نے ان سے سیرابی حاصل کی ۲

امام موصوف فرماتے ہیں کہ میں احادیث کی تصدیق کے لئے کوفہ جایا کرتا تھا۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کے مصر اور شام جانے کی بھی صراحت کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ”دار قتل فی کھولتہ الی مصر والشام و صنف التصانیف“ ۳

۱۔ البدایہ ص ۳۱۷ ۲۔ معرۃ علوم الحدیث ص ۱۹۴ ۳۔ مشاہج السنۃ النبویۃ ص ۱۴۲ ج ۲

۴۔ تاریخ بغداد ص ۳۷ ۵۔ تذکرۃ الجنائز ص ۱۸۷ ج ۱۲

یعنی کہولت کی عمر میں انہوں نے مصر و شام کی طرف علمی سفر کیے اور تصانیف لکھیں "علم حدیث اور خصوصاً "الععلل" میں وہ مقام حاصل کیا کہ محدثین کے قول کے مطابق یہ فن انہی پر ختم ہو گیا ہے۔

**شہیوخ و اساتذہ** | اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ امام دارقطنی نے اپنے وطن کے علمی سرچشموں سے سیرابی حاصل کرنے کے بعد مختلف ممالک کا سفر کیا۔ اس اعتبار سے ان کے شہیوخ کا احاطہ ناممکن سا ہے۔ تراجم و رجال کی مختلف کتابوں میں جو منتشر نام ملتے ہیں ان سے قطع نظر ہم السنن کے ان اساتذہ کا ذکر زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں جن سے امام دارقطنی نے کثرت سے روایات لی ہیں۔

### ۱۱) عبدالمدین محمد بن زیاد ابو بکر النیسابوری

موصوف نیساپور میں پیدا ہوئے حصول علم کی خاطر عراق، شام اور مصر وغیرہ ممالک کی طرف گئے اور آخری عمر میں بغداد کو اپنا مسکن بنایا۔ امام دارقطنی ان کے قوت حافظہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

”لم نر مثله فی مشائخنا ولم نرا حفظ منه اللسانید  
والمستون وكان اذقه المشائخ جالس المزني والربيع له  
خطيب بغدادی نے امام دارقطنی سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حفاظ

لہ کتاب اللسانی ورق ۲۱۷ ۲۱۸ تاریخ بغداد ص ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ایضاً

حدیث کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے عن میں حافظ ابو طالب اور  
 ابو بکر بھابی بھی موجود تھے۔ فقہاء میں سے ایک شخص نے آکر سوال کیا  
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے "جعلت لی الارض مسجداً و"  
 "جعلت تربتها لنا طهوراً" کی حدیث کس کس صحابی سے مروی  
 ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ فلاں اور فلاں سے۔ تو سائل نے کہا  
 "جعلت تربتها لنا طهوراً" کے الفاظ کس نے بیان کئے ہیں تو اس  
 کا جواب جب کسی سے بن نہ پڑا تو کہنے لگے ابو بکر نبیا پوری کے پاس  
 چلو وہی اسے جانتے ہوں گے۔ چنانچہ وہ ان کے پاس آئے اور اس  
 حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فوراً وہ روایت بالاسناد بیان کر دی  
 اس واقعہ سے ان کی قوت حافظہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ صوف  
 ۲۳۸ھ کو پیدا ہوئے اور ۳۲۵ھ میں فوت ہوئے امام دارقطنی نے  
 ان سے سنن میں متعدد روایات لی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ سنن کا کوئی  
 صفحہ شافذ و تادری ہی نہ ہوگا جس میں ان کی روایت مذکور نہ ہو تو غلط نہ ہوگا۔  
 جس سے یہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام دارقطنی نے اٹھارہ سال  
 کی عمر میں کس قدر احادیث کا ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔

(۲) عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بن بنت احمد بن منیع ابو القاسم <sup>لعربی</sup>

اس دور کے ثقافت محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انہیں امام احمد

اور علی بن مہینی ایسے کبار مشائخ سے سماع کا شرف حاصل تھا۔ خطیب بغدادی ان کے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

”کان ثقةً ثباتاً مكثرًا فہما عارفاً“

امام دارقطنی انہیں ثقہ۔ جلیل۔ امام من اللامہ اور ثبت کہا کرتے اور فرماتے

”کان ابوالقاسم بن مینع قلدما یتکلم علی الحدیث

فاذا تکلم کان کلامہ کالمسار فی المساج“

موصوف ۱۱۶ھ میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ایک سو تین (۱۰۳)

سال تھی۔ امام دارقطنی نے ان سے ”سنن“ میں متعدد روایتیں لی ہیں۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے گیارہ سال کے قلیل عرصہ میں خوب تندرہی

اور محنت سے احادیث کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا۔ ابو یوسف القواس فرماتے

ہیں۔ کہ جب بھی ہم امام ابوالقاسم بغوی کے پاس جایا کرتے وارقطنی اس

وقت بیچے تھے اور ان کے ہاتھ پر روٹی اور سالن ہوتا ہے جس سے ان کے

ذوق و شوق کا ثبوت ملتا ہے۔

علامہ ذہبی نے ابن طاہر سے نقل کیا ہے کہ امام دارقطنی بسا اوقات امام

بغوی سے روایت کرتے ہوئے تدبیریں کرتے ہیں۔ اس الزام کی حقیقت اور

اس کا جواب آئندہ ہم ”امام دارقطنی اور ان کے تاقدین“ کے تحت کریں گے

ان شاء اللہ

۱۔ تاریخ بغداد ص ۱۱۱ ج ۱۰ ۲۔ ایضاً ص ۱۱۶ تذکرہ الحفاظ ص ۲۰۲ ج ۳ ۳۔ تذکرہ الحفاظ ص ۱۸۹ ج ۳

### ۳۔ حسین بن اسماعیل بن محمد ابو عبد اللہ بن القاضی المحامی

حافظ ذہبی نے الامام العلامة الحافظ شیخ بغداد و محدثا کے الفاظ سے ان کا ترجمہ شروع کیا ہے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔

”کان قاضیاً صَادِقاً“

ابو بکر الداؤدی کا بیان ہے کہ ان کے حلقہ درس میں دس ہزار طالب علم علم کی پیاس بجھانے کے لئے حاضر ہوا کرتے۔ خطیب بغدادی نے ابو بکر الداؤدی کے ساتھ المحامی کے ایک بڑے لطف مناظرہ کی روایت ذکر کی ہے۔ جس سے ان کے تبحر علمی اور حاضر جوابی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ موصوف سنہ ۹۴۱ھ بمطابق ۱۵۳۱ء میں فوت ہوئے۔

### ۴۔ علی بن احمد بن علی ابو محمد المعدل

بغداد کے مشہور حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ طلبہ علم کے لیے خراسان، رمی، حلوان، بصرہ، کوفہ، مکہ اور سجستان وغیرہ ممالک کا سفر کیا۔ اور امام عثمان بن سعید الدارمی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، موسیٰ بن ہارون الحافظ جیسے کبار محدثین سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ موصوف علم کی دولت کے ساتھ ساتھ مال و دولت کی نعمت سے بھی سرفراز تھے خطیب بغدادی نے



ان کی سخاوت کے واقعات ذکر کئے ہیں۔ ان ہی کا بیان ہے کہ جب انہوں نے  
 المسند الکبیر لکھ کر ابن عقدرہ کے پاس بھیجی تو ہر دو ورق کے بعد ایک ایک  
 دینار بھی رکھ دیا۔ علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ ابن جویہ فرماتے ہیں کہ  
 علیؑ ایک دفتر لکھے اپنے گھر لے گئے اور فرمایا یہاں سے آپ جس قدر مال  
 لینا چاہتے ہو اٹھا لو تو میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا مجھے مال کی کوئی  
 ضرورت نہیں۔ انہوں نے مکہ، سبستان اور عراق میں محدثین کی خدمت  
 کے لئے صدقات جاریہ مقرر کر رکھے تھے۔

المسند الکبیر کا جو نسخہ ابن عقدرہ کے پاس بھیجا تھا وہ دراصل امام  
 دارقطنیؒ ہی نے امام علیؑ کے اصل نسخہ سے مرتب کیا تھا چنانچہ خطیب  
 بغدادی فرماتے ہیں :-

”کان ابوالحسن الدارقطنی هو الیٰنا ظرفی اصولہ  
 والمصنف لہ کتبہ... وقال الدارقطنی صنف  
 لہ علیہ المسند الکبیر فان اذا شاہ فی حدیث  
 ضرب علیہ“

امام دارقطنیؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے اساتذہ میں ان سے اثبت  
 کسی کو نہیں دیکھا۔ موضوع ۳۵۱ (۹۲۶ء) کو فوت ہوئے۔ یاد رہے

۱۔ تاریخ بغداد ص ۸۸ ج ۸ تذکرہ الحفاظ ص ۹۲ ج ۳ ۲۔ تاریخ بغداد ص ۳۸۸ ج ۸

۳۔ الصبر فی خبر من غیر من ص ۲۹۱ ج ۲

کہ تذکرۃ الحفاظ کے موجودہ مطبوعہ نسخوں میں امام و علیج کی کینیت ابواسحاق  
مذکور ہے جو درست معلوم نہیں ہوتی۔

### ۵۔ محمد بن مظفر بن موسیٰ بن علی بن ابی الحسن البیزار

امام دارقطنی کے مشہور اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے  
ان سے ہزارہا احادیث روایت کی ہیں۔ ابوبکر البرقانی فرماتے ہیں۔

«کتاب الدار قطنی عن ابن مظفر الف حدیث و

الف حدیث و الف حدیث فعدد ذلك مراتب<sup>لہ</sup>»

امام دارقطنی انہیں انتہائی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے۔ محمد بن

عمر القاسمی بیان کرتے ہیں کہ امام دارقطنی ان کا اس قدر احترام کرتے

کہ ان کے سامنے کبھی ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے۔ محمد بن ابی الفوارس فرماتے

ہیں۔ "کان ثقة امینا ما مونا حسن الحفظ و اتقوا علی المیہ

الحدیث" ۳۷

ابوالولید الباجی نے کہا ہے کہ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ

ان میں تشیع کا رنگ بھی پایا جاتا تھا۔ امام دارقطنی سے اسی شبہ کا اظہار

جب ان کے شاگرد اسلمی نے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان میں تشیع انتہائی قلیل

تھا جو انشاء اللہ نقصان دہ نہیں ہے ۳۸

۱۔ تاریخ بغداد ص ۳۶۳ ج ۳ ۳۷۰ ایضاً تذکرۃ الحفاظ ص ۱۷۸ ج ۳

۲۔ تاریخ بغداد ص ۲۶۴ ج ۳ ۳۷۰ ایضاً تذکرۃ الحفاظ ص ۱۷۹ ج ۳

محمد بن علی الصوری اپنے بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ  
 ہم ابن معروف قاضی کے حلقہ میں حاضر تھے۔ جب ابو الفضل الزہری  
 تشریف لائے تو ابن مظفر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوالفضل  
 کو اپنی مسند پر بٹھا دیا۔ پھر ابن معروف قاضی سے مخاطب ہو کر فرماتے لگے  
 قاضی صاحب آپ اس شخص کو جانتے ہیں یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف  
 رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ اور ان کے تمام آباء اجداد محدث  
 چلے آتے ہیں۔ پھر کیا تھا ابن مظفر نے ان کے آباء اجداد کے واسطے سے  
 جس قدر جن مشائخ سے روایتیں پہنچی تھیں بیان کرتے رہے اور یہ سلسلہ  
 کافی دیر تک جاری رہا۔

موصوف جمادی الاولیٰ ۳۶۹ھ (۹۸۹ء) کو بروز جمعۃ المبارک

فوت ہوئے

#### ۶۔ محمد بن مخلد ابو عبد اللہ الدوری العطار

بغداد کے مشہور محدثین میں ان کا شمار ہے۔ امام مسلم بن حجاج، الزبیر  
 بن بکار، یعقوب بن ابراہیم جیسے کبار محدثین سے سماع کا شرف حاصل ہے  
 خطیب بغدادی ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

”کان احداہل الفہم موتوا قابیہ فی العلم متبع الروایۃ

مشہور بالدیانۃ موصوفا بالامانۃ مذکور بالعبادۃ“

امام دارقطنی نے انہیں ثقہ مامون کہا ہے۔ حسن بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ ابن محمد کا مکان بغداد کے مشرقی جانب تھا۔ کسب فیض کے لئے تلامذہ کو روزانہ جانا پڑتا۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ آپ ہمیں زیادہ سے زیادہ احادیث سنایا کریں کیونکہ بعد مسافت کے سبب روزانہ آمدورفت مشکل ہے تو فرماتے لگے تم یہاں تک نہیں آسکتے۔ میں تو محدثین کے پاس مختلف مقامات پر حدیث سننے کے لئے جایا کرتا تھا علامہ ذہبی ان کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”کتب ما لا یوصف کثرة و عنی بھذا الشان و صنف و  
نصرح“

تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبی نے ان کا نام محمد بن احمد الخ لکھا ہے لیکن سنن دارقطنی، تاریخ بغداد، التبر و غیرہ دیگر کتب رجال و طبقات میں محمد بن محمد ہے۔ واللہ اعلم  
موصوف ۳۳۱ھ (۹۴۲ء) کو فوت ہوئے۔

۷۔ محمد بن القاسم بن محمد ابوبکر ابن الایاری النخوی

مشہور حافظ حدیث اور مفسر و نخوی ہیں۔ حافظ ذہبی نے انہیں  
”الحافظ شیخ الاسلام“ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے  
ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

۱۱ ص ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳  
تذکرۃ الحفاظ ص ۲۵۶

”کان من اعلم الناس بالحدیث والادب واکثرهم  
 حفظا وکان صدوقا فاضلا دینا خیرا من اهل  
 السنة وصنف کتبا کثیرة فی علوم القرآن<sup>۱</sup> لہ  
 اور علامہ ابن العباد ابن ناصر الدین سے نقل کیا ہے کہ وہ سرفراز میں امام  
 تھے اور ہمیشہ زبانی احادیث لکھوایا کرتے تھے۔ علم ادب کا یہ حال تھا کہ  
 قرآن مجید کی تفسیر کے لئے تین لاکھ اشعار حفظ تھے۔ محمد بن جعفر اعنوی فرماتا  
 کہ میں نے ان جیسا حافظہ کسی کا نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ میں نے سوال کیا کہ  
 آپ کو کیا کچھ یاد ہے تو فرماتے لگے۔ یہ تیراں صدوق جو کتابوں کے بھر  
 پڑے ہیں۔ سب کی سب یاد ہیں۔ نیز ابو جعفر فرماتے ہیں۔

”کان احفظ الناس للغة وخطو وشعر و تفسیر  
 قرآن فحدثت انه کان یحفظ عشرين وماتر  
 تفسیر من تفسیر قرآن باسانیدھا“ لہ  
 ابو العباس فرمایا کرتے

”کان آية من آیات الله فی الحفظ“ لہ

خطیب بغدادی نے بھی ان کی تصانیف کا ذکر قدسے تفصیل سے  
 کیا ہے۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

(۱) غریب الحدیث (یہ پینتالیس ہزار ورق ہیں مثنوی)

لہ تاریخ بغداد ص ۸۲ ج ۳ انساب للسمعانی ورق ۲۹

لہ شذرات الذہب ص ۳۱۶ لہ ایضا تاریخ بغداد ص ۸۲ ج ۳ لہ ایضا

(۲) کتاب شرف الکافی (یہ ہزار ورق پر مشتمل تھی)  
 (۳) کتاب الاضداد۔ خطیب فرماتے ہیں "مارایت اکبر صنفہ"  
 ان کے علاوہ کتاب الہیات، کتاب المشکل، الجاہلیات، المذکر  
 والمؤث وغیرہ جیسے اہم علوم پر ان کی متعدد کتابیں ہیں۔  
 علم و حفظ کے ساتھ ساتھ بہت بڑے زائد تھے۔ حمزہ بن محمد فرماتے ہیں  
 "کان مع حفظہ زاہدا متواضعا" اے

تواضع اور حق پسندی کا یہ عالم تھا کہ جمعہ کے دن وہ حسب معمول  
 احادیث املا کروا رہے تھے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں میں بھی وہاں حاضر  
 ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک راوی کو حیا پر پڑھا۔ جس پر مجھے  
 بڑا تعجب ہوا۔ لیکن ان کی جلالت شان کی بنا پر بول نہ سکا۔ مجلس  
 کے ختم ہونے کے بعد میں المستملی سے آہستہ سے کہہ کر چلا آیا کہ یہ صحیح  
 لفظ حیا ہے۔ آئندہ جمعہ جب دوبارہ وہاں گیا تو شیخ ابو بکر نے المستملی  
 سے کہا فلاں جگہ ہم سے غلطی ہو گئی تھی اسے صحیح کرادو۔ میں اس نوجوان  
 (یعنی امام دارقطنی) نے اس پر مطلع کیا اے

## ۸۔ عمر بن احمد بن مہدی

محدثین کی ایسی قلیل جماعت ہے جنہیں یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے  
 والد بھی محدث ہوں۔ ان میں سے امام دارقطنی بھی ہیں۔ موصوف امام

لے تاریخ بغداد ص ۱۸۲ ج ۳  
 لے ایضاً ص ۱۸۳ ج ۳

دارقطنی کے والد تھے۔ ان سے امام صاحب نے تقریباً سات جگہ پر روایت کی ہے۔

ہم اس سلسلہ کو زیادہ طویل دینا نہیں چاہتے۔ ورنہ امام صاحب کے متعدد ایسے اساتذہ ہیں جو یکتائے زمانہ تھے۔ علم و حفظ کے اعتبار سے ان کا پایہ نہایت بلند ہے۔ البتہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ سنن میں امام صاحب نے جن اساتذہ سے روایت لی ہے ان کی تعداد سوا دوسو (۲۲۵) سے متجاوز ہے۔

**تلاذہ** امام دارقطنی نے جس طرح تعداد و مشائخ سے اکتساب فیض کیا تھا۔ اسی طرح ان کے دامن سے بے شمار طلبہ وابستہ ہوئے اور ہر چشمہ سنت سے سیراب ہوئے۔ جن میں سے چند مشہور تلاذہ کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ ابو نعیم الاصبہانی (۲) ابوبکر البرقانی (۳) ابوالقاسم بن بشران (۴) حمزہ بن محمد بن طاہر (۵) عبد الغنی بن سعید المصری (۶) ابو محمد الجوبہری (۷) ابوالقاسم الترمذی (۸) قاضی ابوالطیب الطبری (۹) ابو عبد اللہ الحاکم صاحب المستدرک (۱۰) ابو ذر عبد اللہ بن احمد (۱۱) ابو طاہر بن عبد بن احمد الكاتب (۱۲) حمزہ السعفی (۱۳) ابوالقاسم بن المامون (۱۴) ابوالحسین بن المہندی بائد (۱۵) ابوحامد الاسفراہینی (۱۶) ابوسعود صالح بن احمد بن القاسم المیابخی (۱۷) امام رازی صاحب خوائد مشہورہ (۱۸) عبد الوہاب بن عبد و غیر ہم

تفسیر ہے۔ ابوبکر البرقانی م ۲۲۵۔ جو امام دارقطنی کے مشہور شاگرد  
 ہیں کے نام پر تذکرہ نویسوں نے اختلاف کیا ہے۔ محبت ڈیانوی اور  
 مرقہ نے التعلیق المعنی کے مقدمہ میں ان کا نام یوں ذکر کیا ہے۔  
 "ابوبکر محمد بن احمد بن غالب المعروف بالبرقانی"  
 لیکن یہ صحیح نہیں علامہ ذہبی اور دیگر اصحاب الطبقات نے ان کا ذکر  
 یوں کیا ہے۔

الامام الحافظ شیخ الفقہار والمحدثین ابوبکر احمد  
 بن محمد بن احمد بن غالب الخوارزمی البرقانی  
 الشافعی شیخ بغداد لہ

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کا نام احمد ہے۔ اور محمد ذکر کرنے  
 میں محدث ڈیانوی سے سہو ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 ۱۔ اس کے علاوہ طرح انشریب جلد اول میں البرقانی کا نام ابو منصور  
 محمد بن محمد بن احمد البرقانی ذکر کیا ہے۔ رجال و سیر کی جن کتابوں تک  
 ہمیں رسائی ہوئی ہے۔ ان میں ابو منصور البرقانی نامی کوئی راوی ہماری  
 نظر سے نہیں گزرا۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ یہ ابو منصور فوقانی ہیں۔ جو  
 امام دارقطنی کے شاگرد ادساں کی سنن کے راوی ہیں۔ علامہ ذہبی  
 فرماتے ہیں۔

لہ تذکرۃ الحفاظ ص ۲۵۹ ج ۳ الصبار ص ۱۵۶ مشیۃ النسبہ ص ۳۴ شذرات الذیاب  
 ص ۲۲۸ ج ۳۔ البدایہ ص ۳۶ ج ۱۲۔ تاریخ بغداد ص ۲۴۴ ج ۴۔ طبقات الشافعیہ  
 ص ۱ ج ۳۔ انساب السمانی ورتق ص ۶۴ الرسالۃ المستطرفہ ص ۲۴ وغیرہ



ابومنصور محمد بن محمد بن احمد التوقانی حدث

عن الدارقطنی بالسین ۱۷

لہذا البرقانی کی کنیت ابومنصور ذکر کرنا درست نہیں البرقانی

فقہ براء اور الرامکے ساتھ ہے۔ علامہ سمعانی فرماتے ہیں۔

البرقان یفتح الباء المنقوطة بواحدة وسكون

الراء المهملة وفتح القاف هذه النسبة الى

قرية من قرى كانت بنو احمى خوارزم ۱۸

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ امام دارقطنیؒ کے تلامذہ کا ذکر

کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”وعبدالغنی منذری صاحب ترمذی و ترمذی ...“

ازدے تلمذ و شاگردی کر وہ اندر ۱۹

لیکن حافظ منذری صاحب ترمذی الترمذی امام دارقطنیؒ سے

بہت متاخر ہیں اور ان کا نام عبدالعظیم ذکی الدین م ۶۵۶ھ ہے۔

عبدالغنی جو امام دارقطنیؒ کے شاگرد ہیں۔ وہ الادوی المصری م ۶۹۰ھ

صاحب کتاب المؤلف والمختلف ہیں۔

علمائے سلف علم ادب و لغت کے بغیر کلام اللہ

میں گفتگو کرنا ناجائز تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ

**ادب و لغت**

۱۷ مشیبة النسبة ص ۳۲-۳۳ ۱۸ انساب السعانی ورق ۴۷

۱۹ بیان المحشین ص ۲۹

ہے کہ کبار محدثین و مفسرین کے تراجم میں یہ جملہ پایا جاتا ہے۔ کان  
 داسافی اللغۃ والحریبۃ اور کبھی یہ لکھا ہوتا ہے "جمع العلم  
 والفقہ والادب واللغۃ" اس لئے علمائے کرام دیگر علوم کے ساتھ  
 علم ادب و لغت سے گہرا تعلق رکھتے اور اس میں عبور حاصل کرتے۔

امام دارقطنیؒ بھی دیگر محدثین کی طرح علم حدیث کے علاوہ علم ادب و  
 لغت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کو نہ صرف ادب  
 ہی سے گہرا تعلق تھا بلکہ علم حدیث کے علاوہ ہر فن سے دلچسپی تھی۔

ابوالثمامہ الزہری کا بیان ہے کہ جس علم کا تذکرہ آتا تو ان کے پاس  
 معلومات کا ذخیرہ ہوتا ہے ان کی فصاحت کا اندازہ الازہریؒ کے اس  
 قول سے ہوتا ہے جسے خطیب بغدادی نے یوں ذکر کیا ہے کہ امام  
 دارقطنیؒ جب مصر پہنچے تو وہاں مسلم بن علیہ اللہ المنظری نامی مدینہ  
 کے ایک علوی شیخ تھے۔ ان کے پاس کتاب الانساب خضر بن داؤد  
 زہریؒ بن یکار کی روایت سے تھی جو انساب کے علاوہ اشعار کا بھی مجموعہ  
 تھا۔ مسلمؒ خود میدان فصاحت کے بڑے شہسوار اور عربی زبان کے  
 ماہر تھے۔ لوگوں نے امام دارقطنیؒ سے سوال کیا کہ آپ ہمیں کتاب  
 النسب پڑھ کر سنائیں۔ آپ نے اسے قبول فرمایا اور اس کے لئے  
 ایک وقت مقرر کر دیا۔ وقت مقررہ پر بڑے اہتمام سے مجلس ترتیب

دی گئی۔ منصر کے تمام اصحاب علم و ادب اور فضل و کمال اس ارادہ سے  
 شریک ہوئے کہ دارقطنی کی غلطیوں پر گرفت کی جائے لیکن وہ اپنے  
 ارادہ میں ناکام رہے۔ ان کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ شیخ علوی سے آخر  
 میزان گیا تو بے ساختہ چلا آئے "وعربیة ایضا" یعنی آپ کو عربی  
 زبان پر بھی اتنی قدرت حاصل ہے۔ انہیں شعراء کے متعدد دیوان  
 انہیں ملے۔ پہلے دواوین کے "سید حمیری" کا دیوان بھی انہیں یاد تھا اس  
 لیے ان پر شیخ ہونے کا الزام ہے۔

امام دارقطنی مشیختے؟ یہ تو ابھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ  
 امام دارقطنی "سید حمیری" کے

دیوان کے حافظ تھے۔ اسی وجہ سے بعض تذکرہ نویسوں نے انہیں شیعیت  
 کی طرف منسوب کیا ہے۔

سید حمیری جن کا نام اسماعیل بن محمد بن یزید کنیت ابو القاسم اور لقب  
 سید تھا۔ مشہور ادیب ہیں اس کا شمار ہونے سے۔ ابو عمر نے اس کا ذکر کرتے  
 ہوئے "سید الشعراء" کے لقب سے یاد کیا ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے  
 ہیں۔ "وکان رافضیا خبیثاً"۔

یعنی وہ بڑا وریدہ دین اور گستاخ شیعہ تھا۔ ایسے شخص کا پورا  
 دیوان یاد ہونے کی بنا پر امام دارقطنی کو تشیع کی طرف منسوب کیا

۱۔ تاریخ بغداد ص ۳۶ ج ۱۲ لے رجال کشی ص ۲۷۵

۲۔ لسان المیزان ص ۲۳۶ ج ۱

کیا ہے۔ چنانچہ علامہ قرظی فرماتے ہیں۔  
 وَلِهَذَا نَسَبَ إِلَى التَّشْيِيعِ

اور وہ قیامت الاعیان میں ہے۔

فَلَسَبَ إِلَى التَّشْيِيعِ مِنْ خَلَاكِ

اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے اُن الفاظ سے بھی استدلال کیا گیا ہے  
 جو انہوں نے جو زجانی صاحب کتاب الضعفاء کے متعلق کہیں ہیں۔ جس سے  
 تشیع کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں :-  
 "وكان قبيح الخراف عن علي"

حافظ ابن حجر نے اس کے بعد اسلمی کے واسطے سے ایک واقعہ امام  
 دارقطنی سے نقل کیا ہے کہ ایک روز جو زجانی نے مرعی کا بچہ ذبح کروانے  
 کے لئے اپنی لوندھی کو بھیجا لیکن اتفاق کی بات کہ کوئی بھی اُسے ذبح کرنے  
 پر آمادہ نہ ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ سبحان اللہ یہ لوگ مرعی کا بچہ ذبح  
 کرنے سے کتراتے ہیں حالانکہ حضرت علی نے ایک دن میں بیس ہزار سے  
 زائد مسلمانوں کو قتل کروا دالا تھا۔

لیکن یہ سند صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اسلمی جن کا نام محمد بن حسین الینسا پوری  
 ہے۔ اولاً وہ خود مشکلم فیہ ہے۔ ثانیاً امام دارقطنی کی پیدائش سے قبل

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۷ ج ۳

۲۔ تہذیب التہذیب ص ۱۸۲ ج ۱

جوزجانی ۲۵۶ھ یا ۲۵۹ھ میں فوت ہو چکے تھے۔ البتہ معجم البلدان میں جوزجان کے تحت یہ قصہ بواسطہ عبداللہ بن احمد بن عدیس مذکور ہے اور تاریخ بغداد ص ۳۸۲ ج ۹ اور ابن عساکر ص ۲۸۸ ج ۷ وغیرہ میں گو ابن عدیس کا ترجمہ منقول ہے۔ لیکن اس کی توثیق وغیرہ کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ علامہ عبدالرحمن الیسانی نے "التکلیل لسانی تانیب الکوثری من الباطیل والکاذیب" میں اس قصہ پر مفصل نقد کیا ہے۔

تاہم واقعہ یہ ہے کہ جوزجانی ناصبی ضرور تھے۔ حافظ ابن حجر ہکالی بن ابان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

”الجوزجانی کان ناصبیا منحرفا عن علی فہو  
صند الشیعی المنحرف عن عثمان“

تہذیب التہذیب میں حافظ نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی ہے۔ بنابین امام دارقطنی کے قول ”کان فیدا انحراف عن علی“ سے یہ کیونکر لازم ہے کہ وہ خود شیعہ تھے۔ حالانکہ اس قسم کا اظہار تو امام ابن عدی نے بھی جوزجانی کے متعلق کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”کان شدید المیل الی مذہب دمشق فی المیل الی علی“

نو کیا انہیں بھی شیعہ کہا جائیگا؟ ہرگز نہیں اور جہاں تک جوزجانی کی توثیق کا تعلق ہے تو اس کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں

۱۰۰ ص ۱۰۰ کے ہدی الساری ص ۲۵۲ کے تہذیب التہذیب ص ۱۸۲ ج ۱

”کان من الحفاظ المصنفین والمخرجین لثقات“<sup>۱</sup>

لہذا امام دارقطنیؒ کا مذکورہ قول کہ کان فیہ انحراف عن علیؑ ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق انہوں نے یہ جرح کی ہے۔

یہی بات سید حمیری کا دیوان یاد کرنے کی تو اس سے بھی ان کا شیعہ ہونا لازم نہیں آتا جبکہ وہ خود سید حمیری جیسے غالی شیعہ کی تردید ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

”کان یسب السلف فی شعرہ ویمدح علیاً رضی اللہ عنہ“<sup>۲</sup>  
کیا شیعہ نظر بات کا حامل شیخین رضی اللہ عنہما کو سلف کے الفاظ سے تعبیر کر سکتا ہے؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے۔ لہذا ان وجوہ بارگاہ کی بنا پر انہیں شیعہ کہنا یا تشیع کی طرف منسوب کرنا قطعاً درست نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ محققین نے اس الزام کی جا بجا تردید کی ہے۔ ابن الذہبیؒ فرماتے ہیں :-

”ما بعدہ من التشیع“<sup>۳</sup>

اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے بھی بن الحسین کے ترجمہ میں اس الزام کا قدرے تفصیل سے جواب دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے۔

”هذا لا یثبت عن الم دارقطنی“<sup>۴</sup>

<sup>۱</sup> تہذیب التہذیب ص ۱۵۲، ۱۵۳، لسان المیزان ص ۳۳۶ ج ۱

<sup>۲</sup> تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۷ ج ۳، لسان المیزان ص ۲۲۹ ج ۶

یعنی امام دارقطنیؒ کی طرف تشیع کی نسبت درست نہیں۔  
 ہوائے اس دعویٰ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ "ابن عقده" بن کا  
 نام احمد بن محمد ہے اور امام دارقطنیؒ کے استاد ہیں وہ چونکہ عالی شیعہ  
 تھے جیسا کہ حافظ ابن عدیؒ نے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

«سمعت ابن عقدة يثني على أبي مرثم ويطريه  
 وتجاوز الحد في مدحه حتى قال لو ظهرا أبو مرثم  
 ما جمع إلى شعبة قال وإنما مال إليه ابن  
 عقدة هذا الميل لأخرطه في الشيع»

یعنی ابو مرثم (عبد الغفور بن قاسم رافضی) کے متعلق ابن عقده کا  
 یہ کہنا کہ اگر وہ ظاہر ہو جاتے تو امام شعبہؒ کے پاس لوگ نہ جاتے اس پر  
 دل سے کہ ان میں حد درجہ کا تشیع تھا۔

اسی بنا پر امام دارقطنیؒ ان سے نالاں تھے چنانچہ ان کے شاگرد "اسلمی"  
 نے ایک مرتبہ جب اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔

«حافظ حدث ولم يكن في الدين بقوى ولا ازيد على هذا  
 اور حمزة بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام دارقطنیؒ کو یہ فرماتے سنا۔  
 «هذا رجل سوء يشير إلى الرقص»

خلاصہ یہ کہ جب ایک شخص جو اپنے استاد محترم بن کی قوتِ حافظہ کی  
 تعریف میں یوں رطب اللسان ہو کہ

«لوگوں کے پاس جو کچھ ہے ابن عقده اسے جانتے ہیں اور جو»

ان کے پاس تھا لوگ اسے نہیں جانتے۔  
 لیکن جب وہ اس میں شیعیت کی بو پاتا ہے تو اسے معاف نہیں کرتا۔  
 بلکہ واشکاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے کہ "ہو رجل سوء" تو خود  
 ایسے شخص پر شیعیت کا الزام کس قدر بھرا اور بے ہودہ ہے۔  
 یہی وجہ ہے کہ محققین نے اس نسبت کی تردید کی ہے جیسا کہ ابھی ہم  
 ذکر کر آئے ہیں۔ رہی اس سلسلہ میں ان کے عقیدہ کی وضاحت تو این طاق  
 بیان فرماتے ہیں کہ بنیاد میں ایک دفعہ یہ اختلاف پیدا ہوا کہ حضرت  
 عثمان افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہما۔ جب یہ تراخ امام دارقطنی کے  
 پاس پہنچا ابتداءً تو انہوں نے سکوت اختیار کیا لیکن جب خاموش نہ رہ سکے  
 تو فرمایا:-

"صحابہ کرام کے نزدیک بالائقان حضرت عثمان افضل

ہیں اور اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔"

خطیب بغدادی ان کے عقیدہ کی صراحت ان الفاظ سے بیان کرتے

ہیں:- وانتهى اليه علم الاثر... مع صحة الاعتقاد

وسلامتا المذهب

یعنی ان کا عقیدہ صحیح اور درست تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام

موصوف کی طرف تشیع کی نسبت قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور

"سید الخیری" کے دیوان کو یاد کر لینا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ تشیع کے

واللہ تعالیٰ اعلم۔



## ذکاوت و حافظہ

امام دارقطنیؒ کو قوت حافظہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وافر حصہ ملا تھا

محدثین رحمہم اللہ کے حافظہ کے متعلق جو تاریخی روایات مشہور ہیں اس کا ایک نمونہ اور مصداق آپ بھی تھے۔

چنانچہ ابوالقاسم اللذہری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ انہیں اسماعیل الصفا م سلسلہ حدیث کی مجلس اللاد میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ محدث موصوفؒ اٹھا کر وارپے تھے اور امام دارقطنیؒ کے پاس ایک رسالہ تھا جسے وہ نقل کر رہے تھے اور سماع بھی جاری تھا۔ حاضرین مجلس میں سے اس پر کسی نے ٹوکا اور کہا تمہارا سماع درست نہیں۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ میرا ذوق تم سے نورانی ہے یعنی سماع کے ساتھ میں لکھ بھی رہا ہوں اور سماع میں غلط واقع نہیں ہوتا۔ مزید کہا معلوم ہے کہ شیخ نے اب تک کتنی روایات لکھوائی ہیں؟ تو اس نے نفی میں جواب دیا۔ امام موصوف نے فرمایا، شیخ نے اب تک کل اٹھارہ حدیثیں لکھوائی ہیں۔ شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی اٹھارہ تھیں۔ بعد ازاں انہوں نے فرمایا پہلی روایت فلاں راوی فلاں بن کے ساتھ مروی ہے اور دوسری روایت کی سند یہ ہے اور تین یہ ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان اٹھارہ احادیث کو مع الاسناد حرف بہ حرف سنا دیا حاضرین یہ دیکھ کر سمجھتے متعجب ہوئے یہ

خطیبؒ بعد اومی جو حافظ مشرق کے لقب سے مشہور ہیں، ان کے متعلق  
سید مؤدب کہتے ہیں کہ جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا آپ  
حافظ ابو بکر ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا بھائی میں تو احمد بن علی الخطیب  
ہوں۔ حافظ تو امام دارقطنی پر ختم ہو گیا ہے۔  
علامہ سمعانی رقمطراز ہیں :-

”کان یضرب بہ المثل فی الحفظ“<sup>۱</sup>

یعنی ان کا حافظ ضرب المثل تھا۔

حافظ ذہبی نے ان کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے :-<sup>۲</sup>  
”الامام شیخ الاسلام حافظ الزمان“

العقلمی فرماتے ہیں کہ میں امام دارقطنی کی مجلس میں حاضر ہوا تو ابو الحسن  
البیضاوی ایک اجنبی آدمی کے ساتھ تشریف لائے اور کہا کہ اسے احادیث  
لکھوادیں تو امام دارقطنی نے بیٹھے بیٹھے زبانی بیس سے زائد احادیث  
نقل کروادیں اور نطقت یہ کہ تمام کا متن یہ تھا ”نعم المشی المہدیۃ  
امام الحاجۃ“ چنانچہ وہ یہ احادیث لکھ کر چلا گیا تو دوسرے دن امام مصنف  
کے لیے کوئی چیز بطور تحفہ پیش خدمت کی۔ آپ نے اسے پاس بٹھالیا اور  
زبانی سترہ احادیث لکھوادیں جن کا متن یہ تھا۔

”اذا جاءکم کریم قوم فاکرموا“

۱ تذکرۃ الحفاظ ص ۳۱۴ ج ۱ - اناب درق ۲۱۷

۲ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۶ ج ۳

اس قصہ کو نقل کرنے کے بعد علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

« هنا يخص لدار قطن وسعة حفظه الجامع

لنفوس الحافظة والقوية الفهم والمعرفة » ۱۰

حافظ ذہبیؒ کا یہ قول امام دارقطنیؒ کے علم و فضل اور قوت حافظہ

پر سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن یہاں اس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہ

ہو گا کہ حافظ ابن جوزیؒ نے ان روایات کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

جنہیں امام دارقطنیؒ نے اس اجنبی کو متعدد اسانید کے ساتھ لکھوایا تھا

اور اس پر انتہائی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔

« و اعجباً من الدارقطني كيف روى حديثين ليس

فيهما ما لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

ولم يبين » ۱۱

لیکن علامہ ابن جوزیؒ کا یہ تعجب محل نظر ہے اسے زیادہ سے زیادہ

ضعیف تو کہا جاسکتا ہے، موضوع نہیں چنانچہ علامہ المناذی فرماتے ہیں

« وحکم ابن الجوزی بوضعه ولتقبه الحرقی و

تلمیذہ بانہ ضعیف لاموضوع »

بلکہ یہ روایت باہیں الفاظ اذا اتاكم کریم قوم فاكرموه (

گیارہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور وہ یہ ہیں: ابن عمرؓ، جریر بن

۱۰ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۹ ۲ کتاب الموضوعات ص ۹۱ ج ۳

۱۱ فیض القدیر ص ۲۲۲ ج ۱

عبداللہ - ابو ہریرہ - معاذ - ابوقنادہ - جابر بن عبداللہ - ابن عباس  
عبداللہ بن صمیرہ - عدی بن حاتم - ابوراشد - اس بن مالک -

امام حاکم نے جابر بن عبداللہ سے یہی روایت نقل کر کے لکھا ہے

”ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ بہذہ

السیاقۃ“

اسی طرح علامہ سیوطی نے الجامع الصغیر میں اسے ذکر کرتے ہوئے

اس کے صحیح کی علامت لگائی ہے۔ بلکہ انسانی میں تو ”عند المحقق

المتواتر“ کے الفاظ مذکور ہیں۔

یہی دوسری روایت یعنی ”نعم الشیء المصدیقہ بین

یدی الحاجۃ“ تو یہ بھی متعدد طرق سے مروی ہے۔ گو اس

کے تمام طرق ضعیف ہیں تاہم کثرت طرق سے یہ روایت حسن لغیورہ کے

درجہ سے راقط نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ سیوطی نے حافظ ابن جوزی کے

ذکرہ بالا کلام پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”قلت بل واجباً من المولف کیف یحکم علی

رواحادیت الثابتہ من غیر تثبت ولا تتبع“

اس کے بعد انہوں نے دونوں روایتوں کے مختلف طرق ذکر کیے ہیں جس

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حافظ ابن جوزی کا یہ الزام صحیح نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

ہاں تو ذکر امام دارقطنیؒ کے قوت حافظہ کا ہونا تھا۔ اس قسم کے اور بھی واقعات تذکرہ نویسوں نے نقل کئے ہیں جنہیں ہم نظر انداز کرتے ہوئے اس عنوان کو امام حاکمؒ کے اس قول پر ختم کرتے ہیں۔

«صار اللہ دارقطنی ارحم عصرہ فی الحفظ والفہم والورع»

امام دارقطنیؒ کے قوت حافظہ کا اندازہ تو ہو چکا۔ یہی

**علمی و پرہیزگار** وجہ تھی کہ ان کی مجلس میں بڑے بڑے حفاظ حدیث جن

کے علم و فضل کا چرچا تھا وہ بھی ان کے سامنے بات کرنے سے کتراتے تھے۔

مشہورین عمر اللہ اور وہی کامیاب ہے کہ ایک دفعہ امام دارقطنیؒ اور ابن

شہابینؒ ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ لیکن ابن شہابینؒ پر یہ کیفیت طاری تھی

کہ ابوالحسن دارقطنیؒ کے رعب کی وجہ سے وہ بول نہیں رہے تھے مبادا

غلطی نہ ہو جائے۔

**امام دارقطنیؒ کی نظر میں اپنے اساتذہ کی تعریف میں جہاں**

ان کے معاصرین، تلامذہ اور دیگر تذکرہ نویسین رطب اللسان ہیں، تو

دوسری طرف ان کے اساتذہ بھی انہیں بڑی قدر و احترام کی نگہ سے

دیکھتے تھے۔ خطیب بغدادی نے البرقانیؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے

تھے کہ میں نے دارقطنیؒ سے کہتے سنا کہ میں نے سودانیؒ کے واسطے سے چند

ایسی احادیث سنیں جن میں وہ منفرد تھے۔ میں ان کی تصدیق کی ہے۔ ان

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۷ ج ۱  
۲۔ ایضاً ص ۱۸۷ ج ۳

کے پاس کوفہ گیا۔ جب وہاں پہنچا تو ابو العباس ابن عقده بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے ایک کاغذ پر وہ احادیث لکھ کر ان کے سامنے پیش کر دیں ابو العباس ابن عقده نے انہیں ایک نظر دیکھا اور بغیر بڑھے وہ ورقہ ایک طرف رکھ دیا اور کہا۔ یہ بشر آدمی لوگہ ایسی روایات پیش کرتے ہیں جنہیں ہم بھی نہیں جانتے۔ اس کے بعد انہوں نے سودانی پر قرأت شروع کر دی تو ناگہاں وہ ایسی روایت پر پہنچے جسے میں نے لکھ کر ان کے سامنے پیش کیا تھا اس پر میں نے کہا یہ حدیث ان احادیث سے ایک ہے جنہیں میں نے پیش کیا ہے۔ انہوں نے وہ بیان نہ دیا۔ اور پڑھنا شروع کر دیا میں نے دوبارہ عرض کی یہ حدیث بھی میری ان احادیث سے ہے جنہیں میں لکھ کر لایا ہوں۔

میں یہ کہہ کر واپس اپنی قیام گاہ پر لوٹ آیا اور آتے ہی بیٹھے بخار ہو گیا جس کی وجہ سے دوبارہ مجلس میں نہ جاسکا۔ ایک دن میں اسی حالت میں لیٹا ہوا تھا کہ ناگہاں دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا کون؟ تو جواب ملا ابن سعید ہوں۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ استاد ابو العباس ابن عقده تشریف فرما ہیں۔ ان کے گلے چمٹ گیا اور عرض کی حضرت آپ نے یہاں تشریف لانے کی زحمت کیوں فرمائی؟ حکم بھیج دیا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔ فرماتے لگے بھائی ہم نے تمہارے واپس لوٹ آنے کے بعد تمہیں پہچانا۔ ابن القاضی سے معذرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ تم مجلس میں کیوں نہیں آتے؟ میں نے عرض کی بخار میں مبتلا رہا ہوں۔

اسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکا۔ انہوں نے فرمایا۔ آپ مجلس میں تشریف لایا کر لیا اور جو چاہیں پوچھا کریں۔ دارقطنی فرماتے ہیں اس کے بعد جب کبھی انکی مجلس میں جاتا وہ میری بڑی عزت کرتے اور اپنے پاس ادنیٰ جگہ پر بٹھاتے۔

خطیب نے اپنے استاد الخلال سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ محدثین کی ایک جماعت بیٹھی تھی جن میں ابو الحسن ابن المنظفہ قاضی ابو الحسن الجراحی اور دیگر مشائخ بھی تھے تو نماز کا وقت آ گیا۔ امام دارقطنی کے علاوہ کوئی بھی نماز پڑھانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ حالانکہ وہاں ان سے عمر کے اعتبار سے بڑے شیوخ بھی موجود تھے۔

اس قسم کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ امام دارقطنی کا مقام ان کے اساتذہ کی نظر میں کیا تھا جس سے بڑھ کر عزت و منزلت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

**فقروفاقہ** | محدثین کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت فقر وفاقہ میں مبتلا رہی اور یہ ظاہر ہے کہ انسان کا حوصلہ ختم کر دینے اور ہمت کو ہرا دینے والی کوئی چیز غالباً اقل اس سے بڑھ کر نہیں جس میں ہمیشہ کر انسان عزم و استقلال کو بیٹھتا اور دل و دماغ کی شکفتگی دھوپ بیٹھتا ہے۔ لیکن محدثین عظام شکر اللہ سعیم

کو اس قسم کی مشکلات ان کے شاہراہِ علم کے لئے سدِ راہ نہ بن سکیں۔  
کیونکہ وہ عزم و استقلال کے علاوہ علمِ دین کی لذت میں اس قدر سرشار  
رہتے کہ انہیں اپنی تکالیف کا احساس تک نہ ہوتا۔

تذکرہ نویسوں نے محدثین کے تذکرہ میں اس قسم کے متعدد واقعات  
نقل کیے ہیں۔ ان ہی شخصیتوں میں ایک امام دارقطنی بھی تھے۔

طلبِ علم کی زندگی ہی نہیں بلکہ ابتدائی زندگی نہایت فقر و مسکنت  
میں گزری۔ لیکن جب آپ ابو الفضل جعفر بن فضل المعروف بابن خنزابہ  
کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی عزت کے ساتھ ساتھ امداد بھی کی جس سے  
آپ فارغ البال ہو گئے۔ ابو الفضل وقت کے وزیرِ اعظم ہونے کے علاوہ  
بہت بڑے محدث بھی تھے۔ ظاہر ہے کہ امام دارقطنی کا ان کی طرف  
سفر کرنا دولت کی غرض سے نہ تھا بلکہ اصل مقصد حصولِ علم تھا۔ چنانچہ  
”کتاب المدنیج“ میں امام دارقطنی نے ان سے روایات بھی نقل کی ہیں۔  
تحطیب بغدادی نے امام دارقطنی کے ان کے پاس جانے کی وجہ بیان  
کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابو الفضل مصر میں احادیث لکھوایا کرتے تھے۔  
اور ان کا ارادہ تھا کہ ایک مسند لکھوائی جائے تو امام دارقطنی وہاں گئے اور  
کافی عرصہ تک ان کے پاس رہے اور ابو الفضل نے انہیں کافی  
مال دیا۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۲۱۲ ابدایہ ص ۳۱۷ ۲۔ تاریخ بغداد ص ۲۳۲ ج ۷  
ج ۳ ج ۱۱



## شہم مزاجی و انکساری

امام دارقطنیؒ نہایت منکسر المزاج اور  
رفیق القلب تھے جس کا اندازہ

اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے انشاؤں اور بکراہیوں میں ابن النابلسی  
جو قید کر کے تختہ دار پر لٹکائے گئے تھے، جب بھی ان کا تذکرہ کرتے  
تو آبدیدہ ہو جاتے اور فرماتے جب ان کی چٹری ادھیڑی جا رہی تھی تو اس  
وقت یہ آیت ان کی زبان پر تھی۔

”وكان ذاك في الكتاب مسطوراً“

انکساری کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے۔۔

”من احب ان ينظر قصور علمه فلي نظر في

علل حديث الزهري ل محمد بن يحيى الذهلي“

حافظ عبد الغنیؒ الازدی المصری جو آپ کے ارشد ثلاثہ سے  
ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب میں الموتلف لکھنے لگا تو دارقطنیؒ میرے پاس  
آئے۔ اس سلسلہ میں میں نے ان سے استفادہ کیا۔ اور ان تمام مضامین کو  
الموتلف میں جمع کر دیا۔ جب تصنیف سے فارغ ہوا تو امام موصوف نے  
مجھے کہا اس کی قرأت کرو۔ میں نے عرض کی حضرت یہ سب کچھ آپ ہی کا  
توفیق ہے۔ فرمانے لگے۔ نہیں نہیں مجھ سے تو تم نے تھوڑی سی روایات  
دریافت کی ہیں۔ دوسرے شیوخ کے مسوعات بھی تو تونے اس میں

لہ معجم البلدان ص ۶۲ ج ۴ - تذکرہ الحفاظ ص ۱۰۲  
ح ۳

جمع کئے ہیں۔ چنانچہ ان کے اس اصرار پر مجھے اس کی قرأت کرنا پڑی۔  
 رجاؤ بن محمد المعدل فرماتے ہیں کہ میں نے امام دارقطنیؒ سے پوچھا  
 کہ کیا اپنے جیسا متبحر عالم آپ نے دیکھا ہے، فرمانے لگے۔  
 "قال الله تعالى فلا تزكوا انفسكم" ۱

اللہ جل شانہ نے آپ کو جس علم و فضل کی دولت  
 سے نوازا تھا اسے وہ ابھی طرح سمجھتے تھے۔ اور کبھی

کبھی نہ سمجھتے تھے۔  
 الطبریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دارقطنیؒ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ  
 "الوصوف من مس الذکور" کی احادیث بیان فرما رہے تھے۔ جب  
 فارغ ہوئے تو فرمایا :-

"اگر آج احمد بھی ہوتے تو وہ ان احادیث سے استفادہ  
 کرتے" ۲

ابو القاسم الازہریؒ کا بیان ہے کہ ابن ابی الفوارس نے امام دارقطنیؒ سے  
 ایک حدیث کی علت کے متعلق سوال کیا جب وہ جواب دے چکے تو فرمایا -  
 "یا ابا الفتح ایس بین المشرق والمغرب من یعرف  
 هذا غیری" ۳

۱۔ تذکرہ الحفاظ ص ۲۱۷ ج ۳ ۲۔ ایضاً ص ۱۸۸

۳۔ تاریخ بغداد ص ۳۸ ج ۱۲ طبقات الشافعیہ ص ۳۱۱ ج ۲  
 تاریخ بغداد ص ۳۹ ج ۱۳ طبقات نعیمیہ ص ۱۱۱ ج ۲

بیز فرمایا کرتے تھے اہل بغداد جان بوجب تک میں زندہ ہوں کسی کو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی جرأت نہیں ہے۔

اس سلسلہ کو ہم دو  
انواع پر تقسیم کر سکتے

## امام دارقطنی اور ان کے معاصرین

ہیں۔ ایک باعتبار منافرت وغیرہ کے اور ایک باعتبار فضل و مرتبت کے مشہور  
ہے۔ المعاصرون اصل المناظرۃ " اکثر بڑے بڑے محدثین بھی اس  
بشری کمزوری سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ بنا بریں محدثین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے  
کہ معاصر کی جرح بدون صراحت قبول نہیں ہوتی۔ امام نسائی کا احمد بن صالح  
ابو اسیم السخنی کا شعبی اور امام مالک کا ابن اسحاق کے متعلق جو اقوال جرح و  
تعذیل کی کتابوں میں منقول ہیں وہ دراصل اسی قبیل سے ہیں۔ جن کی طرف  
محققین نے انتقادات تک نہیں کیا۔

امام دارقطنی کا دامن اس قسم کی آلودگیوں سے بالکل مبرا تھا۔ اپنے  
زمانہ کے اصحاب فضل ہی نہیں بلکہ اپنے تلامذہ کی تعریف و توصیف میں بھی  
وہ رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جب مصر سے واپس آئے تو  
"البرقانی" نے دریافت کیا آپ نے کسی کو ایسا پایا ہے جو علم و فہم کا مالک  
ہو تو اس کے جواب میں فرمایا۔ ہاں ایک نوجوان عبدالقنی جو آگ کا شدہ  
تھے۔ پھر ان کے بارے میں بڑے توصیفی کلمات کہے۔ منصور بن علی الطرموسی

فرماتے ہیں۔ جب امام دارقطنی نے مصر سے چلے جانے کا ارادہ کیا تو ہم انہیں الوداع کہنے آئے۔ ہم سے نہ رہا گیا تو ان کی جدائی میں رونا شروع کر دیا۔ فرماتے لگے روتے کیوں ہو عبدالعقی جو تمہارے پاس ہے سہلے عبداللہ بن ابراہیم الاصبلی کے متعلق فرمایا کرتے اس شان کا آدمی میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ الغرض اس قسم کے اور بھی واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ امام دارقطنی میں معاصرت کی بنا پر منافرت جو ایک بشری کمزوری اور قدرتی امر ہے، سے میرا تھے بلکہ وہ ہر صاحب فضل کا اعتراف کرتے اور اس سے استفادہ کرتے۔

یہی بات فصل و مرتبت کی توہین کو رجال و سیر کی کتابوں کو کھنگالنے کی سعادت نصیب ہوئی ہو وہ اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ امام دارقطنی جیسی شخصیت ان کے معاصرین میں مفقود تھی۔ بعض فنون ہیں اگرچہ کسی صاحب کو ان پر فضیلت دی جا سکتی ہے لیکن باعتبار مجموعی تو ان کا پلہ تمام سے بھاری تھا۔ اگر کوئی ان میں مورخ سے تو حدیث و رجال جیسے وسیع علم میں وہ ملکہ نہ حاصل کر سکا جو امام موصوف کو میسر تھا۔ اور اگر کوئی حدیث و رجال کا ماہر ہے تو علل حدیث جیسے دقیق فن کی بھول بھلیوں سے وہ نا آشنا تھا۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس کی قدسے تفصیل آرہی ہے۔ ہم یہاں صرف ان کے چند ایک ممتاز معاصرین کی فہرست

مع تراجم اختصار سے نقل کرتے ہوئے فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

عمر بن احمد بن عثمان المعروف بابن شاپین م ۳۸۵ھ  
۶۹۵ھ

ان کی رفعت شان، قوت حافظہ اور کثرت تصانیف سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ "المحافظ المفید المکثر محدث العراق" جیسے شاندار الفاظ سے شروع کیا ہے۔ ابن ابی الفوارس ان کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"ثقة مامون صنف ما لم يصنفه احد له"

ان تمام اوصاف کے باوجود محمد بن عمر الداودی فرماتے ہیں۔

"ابن شاهين بقية الشيوخ الا انه كان لجانا ولا

يعصرون الفقه" لہ

اس کے برعکس فقہ میں جو مقام دارقطنی کو حاصل تھا اس کا اندازہ

خطیب بغدادی کے اس قول سے ظاہر ہے۔

"ومنها المعرفة بمذاهب لفقهاء فان كتاب لسنن

الذی صنفه يدل على انه كان ممن اعتنى بالفقه" لہ

یہی نہیں بلکہ ہم "الداودی" ہی کے بیان سے نقل کر آئے ہیں کہ دارقطنی

اور ابن شاپین ایک دفعہ اکٹھے ہوئے تو ابن شاپین اس قدر عرب میں دب

لہ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۴ ج ۳ لہ ایضاً ص ۳۵ تاریخ بغداد ص ۳۵ ج ۱۲

گئے کہ ڈر سے بول ہی نہ سکے ۔

محمد بن محمد بن احمد ابو احمد الحاکم النیسابوری الکراچی ۳۷۸ھ  
۹۸۸ء

اپنے وقت کے کبار محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ العلیل کے موضوع پر ان کی کتاب بڑی وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ لیکن العلیل میں جو مقام امام دارقطنیؒ کو حاصل ہے وہ امام ابو احمدؒ کو بھی میسر نہیں۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

«ورقن علل حدیث و اسماء الرجال بے نظیر وقت یگانہ عصر خود بود اسے  
اگر یہاں ہم ابو عبداللہ الحاکم کا ذکر کریں تو بے جا نہ ہوگا۔ موصوف امام  
دارقطنیؒ اور امام ابو احمد الحاکم دونوں کے متناکر وہ ہیں۔ باہیں صورت متاگرد  
کی رائے ہی اقرب الی الصواب تصور ہوگی کیونکہ وہ دونوں کے علم و فضل سے  
بخوبی واقف ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابو احمد الحاکم کے متعلق فرماتے ہیں۔  
"هو حافظ عصره بھذا الدیار" ۱

یعنی وہ دیار خراسان میں اپنے وقت کے یگانہ تھے۔ اس کے مقابلہ  
میں امام دارقطنیؒ کے متعلق جس رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں  
"صار الدارقطنی اوجد عصره فی الحفظ والفہم والورع" ۲  
شاگرد رشید کی اس شہادت سے ان دونوں بزرگوں میں جو تفاوت

۱۔ بستان المحدثین ۲۷۱ تذکرۃ الحفاظ ص ۵۷، ج ۳ ۲۷۱ ایضاً ص ۸۷، ج ۳

سے وہ بالکل عیاں ہے۔ علاوہ ازیں حافظ ابو احمد الحاکم کا آخری عمر میں حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا۔ جیسا کہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ لیکن امام دارقطنی کا حافظہ تا آخر سلامت رہا۔ پابین وجہ بھی امام صاحب کا مقام ان سے کہیں بلند و برتر ہے۔

امام محمد بن حبان بن احمد المعروف بابن حبان م ۳۵۲ھ  
۶۹۶ھ

امام دارقطنی کے معاصرین میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے۔ امام حاکم ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

”کان من اوعیظ العلم فی اللغة والحديث والوعظ  
ومن عقلاء الرجال“ ۱

صیحح ابن حبان انکی مشہور تصنیف ہے لیکن اس میں انہوں نے تساہل سے کام لیا ہے۔ معمول الحال کو ثقہ کہنے میں ان کا تساہل مشہور ہے۔ اور دوسری طرف الفاظ جرح میں منشد ہیں جس کی بنا پر آئمہ فن نے ان کی اس قسم کی جرح و تعدیل کو بنظر استحسان نہیں دیکھا۔ ان کے تشدد کا ذکر علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں سوید بن عمرو اور عثمان بن عبد الرحمن کے ترجمہ میں کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔

ابن حبان و بما جرح الثقة حتی کاندلاید ری  
ما یخرج من راسه ۲

۱ طبقات الشافعیہ ص ۱۴۱ ج ۲ ۲ القول المسد

ان سے قبل حافظ ذہبی نے اقلح بن سعید المدنی کے ترجمہ میں بھی یہی الفاظ  
 کہے ہیں۔ رہا ان کا مجہول الحال کو ثقہ کہنا تو اس کے متعلق علامہ ابن عساکر (رحمہ اللہ)  
 فرماتے ہیں۔

”وقد علم ان ابن حبان ذكر في هذا الكتاب الذي جمعه  
 في الثقات عددا كثيرا وخلقاً عظيماً من المجرولين  
 الذي لا يعرف من هو ولا غيره احوالهم“

اسی طرح حافظ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ کے مقدمہ اور علامہ  
 الکفائی نے الرسالة المستطرفہ (ص ۱۲) میں بھی اس کی صراحت کی ہے  
 الخلاصة تذهیب الکمال کے حاشیہ میں منقول ہے۔

”وثقه ابن حبان ولا يعتمد بتوثيقه وحده“

الغرض ان کے اس رویہ کی بنا پر آئمہ ہرج و مرج و تعدیل نے ان سے  
 اختلاف کیا ہے مگر امام دارقطنیؒ ان سب پیروں سے پاک ہیں۔ حافظ ذہبیؒ  
 نے انہیں معتدین میں شمار کیا ہے اور بلا اختلاف محدثین متاخرین نے  
 ان کی توثیق و تصحیف پر اعتماد کیا ہے۔ جیسا کہ آئندہ اس کی تفصیل آ رہی ہے  
 اس کے علاوہ عقائد کے اعتبار سے بھی محدثین کے نزدیک امام ابن  
 حبان کا دامن صاف نہیں۔ یہی بن عمار فرماتے ہیں۔

”كان له كبير علم ولم يكن له كبير دين“

۱۔ الصائم المنكى ص ۹۳ ۲۔ الخلاصة ترجمہ سلیمان بن ابی علیہ

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۲۶ ج ۳



عبدالصمد بن محمد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ابن حبان کا یہ نظریہ تھا کہ نبوت علم و عمل کا نام ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے انہیں زندہ ہی تک کہا تھا بلکہ خلیفہ وقت کے پاس جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے قتل کا حکم دیا۔ علامہ ذہبی نے گو اس الزام کے جواب دینے کی کوشش کی ہے تاہم آخر میں یہ اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے۔

”لادیب ان اطلاق ما نقل عن ابن ابی حاتم لایسوغ

وذلك نفس فلسفی“ لے

امام ابن حبان کے اس عقیدہ سے غالباً کسی کو اتفاق نہ تھا۔ اسی وجہ سے انہیں بڑا بھلا کہا گیا۔ اور ان کے قتل تک کی ثوبت آئی لیکن امام حنفی کا دامن اس قسم کے الزامات سے پاک ہے۔ ان پر شیعہ ہونے کا جو الزام تھا اس کا ہم نے مدلل و محکم جواب دے دیا ہے۔

محمد بن ایوب بن یعقوب السحاق المعروف بابن مندہ م ۱۰۰۲ھ

حفاظ حدیث میں ان کا شمار سوتلے ہے۔ ابن ناصر الدین انہیں ”کوہ علم“ کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ ان کے پاس کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ ابن ناصر الدین ہی کا بیان ہے کہ جب وہ سفر سے واپس لوٹے تو ان کی کتابیں چالیس اونٹوں پر بٹھائی گئیں۔

لے تذکرۃ الحفاظ ص ۱۲۷ ج ۳ ۲ شذرات الذہب ص ۱۲۶ ج ۳ لے البصائر

ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المصروف بن ابی الیسع الیسا پوری

موصوف امام حاکم صاحب المستدرک کے نام سے مشہور ہیں۔ ۳۲۱ھ

میں پیدا ہوئے اور ۳۵۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ حسن تصنیف  
پورا انہوں نے دعایا بھی مانگی تھیں جو بقول مورخین درجہ قبولیت کو پہنچی۔

ابوحازم فرماتے ہیں کہ میں نے امام حاکم سے سنا۔ فرماتے تھے۔

” مشربیت ماء زمزم وسالت اللہ ان یرزقنی حسن التصنیف“

امام دارقطنی سے ابن مندہ اور امام حاکم کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا۔

” ابن الیسع انقی حفظاً“

یعنی حفظ کے اعتبار سے امام حاکم، ابن مندہ سے زیادہ بہتر ہیں۔ محمد

بن طاہر فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ سعد بن علی الزنجانی مکی سے سوال کیا کہ چارہ

حفاظ جو ایک دوسرے کے معاصر ہیں ان میں احفظ کون ہے؟ تو انہوں

نے فرمایا تمہاری مراد کیا ہے۔ میں نے کہا۔ دارقطنی کے بعد اد میں، عبدالغنی

مصر میں، ابن مندہ اصبہان میں اور الحاکم نیشاپوری میں۔ تو وہ لمحہ بھر خاموش

رہے پھر فرمایا۔

” دارقطنی حلال حدیث کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے عبدالغنی انساب

میں ابن مندہ احادیث میں اور حاکم تصنیف میں ان سے بہتر ہیں“

۱۔ تذکرہ الحفاظ ص ۲۲۳ ج ۳ ۲۔ ایضاً ص ۲۳۳ ج ۳

لیکن اگر اس بحث کو ذرا وسیع کیا جائے اور بحیثیت مجموعی ان ائمہ کرام کے مراتب و درجات کو پرکھا جائے تو حقیقت حال کچھ اس کے برعکس معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ امام حاکمؒ اور ابن مندہؒ کے درمیان جو تفاوت ہے وہ امام دارقطنیؒ کے تنبرہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ یہ حافظ عبد العزیزؒ، تو وہ ان کے خوش چین ہیں۔ اور قال استاذی وسمعت استاذی کہتے نظر آتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امام حاکمؒ کا علمی میدان امام دارقطنیؒ کے مقابلہ میں کس قدر وسیع ہے۔ جن تصنیف جن کا سہرا "الزنجانی" نے امام حاکم کے سر پر دھرا ہے۔ اس کے متعلق جہاں تک تاریخ و سیر میں ان کے تذکرہ کا تعلق ہے ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنیؒ تصنیف کے اعتبار سے بھی امام حاکمؒ سے کسی صورت کم نہ تھے۔

امام دارقطنیؒ کی سنن میں جو ضعیف اور منکر و شاذ وغیرہ روایات آ گئی ہیں لیکن اس کتاب کی وہ حیثیت نہیں جو امام حاکمؒ کی "المشترک" کو ہے اس میں انہوں نے اگرچہ کافی جانفشانی سے کام لیا ہے۔ تاہم محققین نے ان کی تصحیح پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ علامہ ذہبیؒ تو اس قدر ان سے نالاں ہیں کہ کہیں انہیں جاہل جیسے قبیح الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور کہیں یہ کہنا ہے کہ حاکم کو ان جیسی احادیث کو صحیح کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جانتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ وہ چونکہ شیعیت سے متاثر تھے اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایسی روایات نقل کی ہیں جنہیں محدثین نے موضوع کہا ہے۔ اسی بنا پر حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

”وَلَيْتَهُ لَمْ يَصْنَعِ الْمُسْتَدْرِكَ فَاِنَّهُ غَض

مِنْ فَضَائِلِهِ بِسُوءِ تَحْصِيْرِهِ“ اے

ابن عراق نے تخریج الشریعہ کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے حافظ ذہبی نے المستدرک کی موضوع روایات کو یکجا جمع کیا ہے جو ایک سو سے متجاوز ہیں۔

لہذا امام حاکم کے متعلق ”الزنجانی“ کا یہ تجزیہ کچھ محل نظر ہے۔ اس کے علاوہ امام دارقطنی فنون حدیث کے بتکرار میں جن کا مستفیدین کے کلام میں تذکرہ تک نہیں ملتا اور ان میں سب سے پہلے مصنف و مولف ہونے کا شرف بھی انہی کو حاصل ہے۔ جس کا ذکر آئندہ اوراق میں آ رہا ہے۔ علامہ نووی محدثین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ثُمَّ سَبْعَةٌ مِنَ الْحَفَاطِ فِي سَأَلْتِهِمْ أَحْسَنُوا التَّصْنِيفَ

وَعَظَمَ النِّفْعَ بِتَصَانِيفِهِمْ أَبُو الْحَسَنِ الدَّارِقُطَنِيُّ

ثُمَّ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْبَيْهَقِيُّ ثُمَّ أَبُو حَسَنٍ

عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ سَعِيدٍ“ الخ

علامہ تووہی کے اس کلام سے تصنیف کے اعتبار سے بھی امام دارقطنی کا نام سرفہرست نظر آتا ہے اور یہی بات قرین قیاس اور اقرب الی الدلائل سے امام حاکم کے نزدیک جو مقام و مرتبہ امام دارقطنی کا ہے اسے ابو ذر یوں بیان کرتے ہیں :-

” میں نے حاکم سے پوچھا کیا آپ نے دارقطنی جیسا کسی کو دیکھا ہے ؟ تو فرمایا انہوں نے تو خود اپنی مثل کسی کو نہیں پایا میں نے کیسے دیکھ لیا “ اسے

اس سے امام دارقطنی کی شخصیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے بلکہ ان کے اس فضل و کمال کا اعتراف تو خود امام دارقطنی کو بھی تھا۔ رجاء بن محمد فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے اپنے جیسا کسی صاحب کو دیکھا ہے تو فرمائیے لگے۔ قال اللہ تعالیٰ لا تزحوا انفسکم “ میں نے عرض کی میرا یہ مقصد نہیں تو پھر فرمایا۔

” ان کان فی فن واحد فقد رايت من هوا فضل  
واما من اجمع فیہ ما اجمع فی قلا “ اسے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنی سے گو بعض فنون میں بعض محدثین درجہ کمال رکھتے تھے اور ایسا ہونا بھی یقینی امر ہے۔ لیکن مجموعی اعتبار سے ان کا کوئی بھی ہم پلہ نہ تھا جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔

## امام دارقطنی کے علم و فضل کا اعتراف

امام دارقطنیؒ  
کو معاصرین اور

محدثین نے جس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے اس کا مختصر ذکر مختلف مقامات پر کر آئے ہیں۔ یہاں ہم انہی اقوال کو جمع زیادات نقل کرنا مناسب خیال کرتے ہیں:-

امام حاکمؒ فرماتے ہیں:-

”دارقطنی حفظ و فہم اور ورع میں یگانہ روزگار تھے اور قرآن اور نحو کے امام تھے۔ ان کے متعلق میں نے جو کچھ سنا، انہیں اس سے کہیں بڑھ کر پایا۔“

قاضی ابوالطیبؒ طاہر بن عبداللہ الطبری فرماتے ہیں:-

”وہ امیر المؤمنین فی الحدیث سے اور بغداد میں ان کے سوا

کسی کے علوم و تربیت کو تسلیم نہیں کیا گیا۔“

امام حاکمؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کسی کو دارقطنیؒ جیسا دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا۔ میں نے کیا خود انہوں نے اپنی مثل کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ حافظ عبد العزیزؒ فرماتے ہیں۔ احادیث رسول پر تین شخص اپنے اپنے زمانہ میں بہترین کلام کرنے والے تھے۔ ابن المدینیؒ۔ موسیٰ بن ہارون۔

دارقطنیؒ

خطیبؒ بغدادی نے ان کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔

کان فرید عصره و قرین دھره و نسیم وحدہ و

حاشیہ اگلے صفحہ پر

امام وقته انتهى اليه علم الاثر والمعروفة بتعليل  
 الحديث واسماء الرجال واحوال الرواة مع الصدق  
 والامانة والفقهاء والعقد الترويقول الشهادة  
 وصحة الاعتقاد وسلامتها المذهب الاصطلاحي  
 لعلوم سوى علم الحديث منهم القراءات والمعروفة  
 لمذاهب الفقهاء الخ له  
 حافظ ابن كثير رقم طرازه :-

«الحافظ الكبير استاذ هذه الصناعة وقبلة بمرحلة  
 وبعده الى زماننا هذا اسمع الكثير وجمع و  
 صنف والفت واجاد وافاد واحسن النظر والتعليل  
 والانتقاد وكان قريداً عصرياً وليس بمرحلة و  
 امام دهره في اسماء الرجال وصناعة التعليل  
 والشرح والتعديل وحسن التصنيف والتأليف  
 واتساع الرواية والاطلاع التام في الدراية» له

(حاشية صفح ٢٥) تذكرة الحفاظ ص ١٨٤ طبقات الشافعية ص ٣١٠ ج ٢ تاريخ بغداد ص ٣٤٤  
 ج ٣

٣٤ أيضاً ص ٣٦ تذكرة الحفاظ ص ١٨٤ ج ٣ أيضاً ص ١٨٩ ج ٣ شذرات الذهب ص ١١٤  
 ج ١٢

(حاشية صفح ٢٦) له تاريخ بغداد ص ٣٢٢ ج ١٢

١٤ البداية ص ٣١٤ ج ١٢

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں۔

وقد اجتمع له معرفة الحديث والعلم بالقراءة  
والنحو والفقه والشعر مع الامامة والعدالة  
وصحة العقيدة<sup>۱</sup>

خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔ کہ حافظہ امام دارقطنی پر ختم ہو گیا ہے<sup>۲</sup>  
شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ انہیں رجال کا امام قرار دیتے ہوئے فرماتے  
ہیں۔ انکی جرح و تعدیل کو وہی مقام حاصل ہے جو امام مالک سفیان ثوری  
اوزامی، شافعی اور ان جیسے دیگر حضرات کو احکام اور حلت و حرمت  
کی معرفت میں حاصل تھی<sup>۳</sup>  
علامہ الشبلی فرماتے ہیں :-

"الحافظ المشهور الاسلام صاحب المصنفات  
امام زمانہ و سید اہل عصرہ و شیخ اہل الحدیث"<sup>۴</sup>  
الغرض امام دارقطنی کی شخصیت ابتداء سے آج تک مسلمہ ہے۔ ہر دور  
کے اہل علم نے انہیں بڑے اچھے الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ اور اصحاب  
سیرت نے کسی صورت انہیں نظر انداز نہیں کیا

امام دارقطنی کا مسلک  
بعض لوگوں نے امام دارقطنی کے ان  
مسائل کے پیش نظر جن میں انہوں نے

۱۔ البدایہ ص ۳۱۷ ج ۱۲ ۲۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۳۱۷ ج ۳

۳۔ الرد علی البکری ص ۱۱۳، ۱۱۴ ۴۔ طبقات الشافعیہ ص ۳۱۰ ج ۲



امام شافعیؒ کی موافقت کی ہے۔ یہ کہا ہے کہ وہ شافعی المسلک تھے۔ حالانکہ  
ایسا قطعاً نہیں کسی عالم کا اپنے تفردات کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی  
رائے سے متفق ہونا اس کے اجتہاد کی نفی کو مستلزم نہیں۔ امام دارقطنیؒ  
جنہیں یقیناً حافظ ابن کثیر فقہی مسائل میں اطلاع تمام حاصل تھی کے متعلق  
یہ کیونکر گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ مقلد شخص تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا  
جاسکتا ہے کہ ان کی رائے اکثر و بیشتر مسائل میں امام شافعیؒ کے موافق  
تھی۔ اسی لیے ان کا میلان بھی امام شافعیؒ کی طرف تھا۔ جیسا کہ شاہ  
ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ میں لکھا ہے۔

علامہ الجزائریؒ رقمطراز ہیں :-

اما الدارقطنی فاند یصل الی مذہب الشافعی الا  
انہ لہ اجتہاد وکان من ائمتہ السنۃ والحديث  
ولم یکن حالہ کحال احد من کبار المحدثین  
فمن جاء علی اثرہ فالترزم تقلید عامۃ الاقوال  
الا فی قلیل مہا عما یعدو یحصر فان الدارقطنی  
کان اقوی فی الاجتہاد منه وکان افقہ واعلم  
منہ ۱۰

اور یہ حقیقت ہے کہ کسی کی رائے کا امام شافعیؒ کی رائے کے ساتھ

متفق ہونا کوئی عیب کی بات نہیں لیکن بعض اہم دارقطنی کے  
ان مسائل کو دیکھ کر جو امام شافعی کے فتویٰ کے مطابق ہیں ان پر انتہائی  
عامیانا اعتراضات کئے ہیں۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ وہ شافعی المسند تھے اور اس کی جاوید جاہلیت  
کرتے بلکہ اس حدیث کو ضعیف ٹھہرانے کی کوشش کرتے جو ان کے مسند  
کے مخالف ہوتی۔

مولوی عبدالعزیز گوہر الوالی حاشیہ نصب الراية میں لکھتے ہیں

اقول من مارس كتابه علم انه قد يتكلم على

هذه الاحاديث الاحاديث مخالف الشافعي فيظهر

عواره او وافقه فيصح ان وحيد اليه سبيلا

..... ويطهر طرفه الموافق لامامه الخ لہ

یعنی جس کسی نے ان کی کتاب کو گہری نظر سے دیکھا ہے تو اسے یہ معلوم ہوگا  
کہ وہ ان احادیث پر کلام کرتے ہیں جو امام شافعی کے مخالف ہوتی ہے اور  
اگر کوئی روایت ان کے موافق ہوتی ہے تو اس کی صحت پر پوری قوت صرف  
کر دیتے ہیں۔ اور ان کا یہ طریقہ ہوائے نفس کی بنا پر نہ تھا بلکہ ایک ثقہ راوی  
جسے بعض نے ضعیف کہا ہو یا کوئی ضعیف ہو اور اسے بعض نے ثقہ بھی کہا ہو  
تو ایسی صورت میں وہ اپنے امام کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے موافق پہلو کو  
ذکر کرتے ہیں بلکہ اکثر شواہح کا یہی معمول رہا ہے، انتہی

یہی نہیں مولوی شفیق احمد بہاری تو ان سے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے  
یوں گویا کہتے ہیں کہ

” ان کو شافعییت میں اتنا غلو تھا کہ حمیت جاہلیت کا رنگ  
چمڑھا ہوا تھا“

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کے یہ اقوال خود ”حمیت جاہلیت“  
کے حامل ہیں۔ امام دارقطنی کا دامن اس قسم کی آلودگیوں سے بالکل صاف  
ہے۔ سنن دارقطنی میں جہاں انہوں نے امام شافعی کی موافقت کی ساقہ ہی انہوں  
نے ان کے بعض مستدل پرکڑی نکتہ چینی بھی کی ہے جس کی ایک دو مثالوں  
کی نشان دہی ہم بیان ضروری خیال کرتے ہیں۔

۱) باب و لوغ الکلب فی الاتاء کے تحت امام دارقطنی نے  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ سے نقل کی ہے۔

” طهور الاتاء اذا ولغ الکلب فیہ یغسل سبع مرات  
الاولیٰ بالتراب والہرہ صرۃ او مرتین“

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ”ہذا صحیح“ حالانکہ  
یہ کسے علم نہیں کہ امام شافعی کے نزدیک بلی کا جھوٹا بچس نہیں اور نہ ہی  
اس بچس کو دھونے کی ضرورت ہے جس میں بلی نے پانی وغیرہ پیا ہو۔  
ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ اگر ”حمیت مذہب“ کا رنگ غالب ہوتا تو

فوق اس روایت کو صحیح قرار نہ دیتے۔

(۲) اسی طرح سر کے مشیح کے متعلق جو روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ سر کا مسح کیا" سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"اسحاق بن یحییٰ ضعیف"

شرح احادیث اور مذاہب اربعہ کی کتب کا مطالعہ کرنے والا طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ یہ حدیث امام شافعی کے مسابک کے موافق ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اسے ضعیف کہہ رہے ہیں کیا حجت مذہبی اسی کا نام ہے؟

پھر اگر امام دارقطنی واقعی شافعیت میں اس حد تک متعصب تھے تو اس سے نہ صرف عدالت و دیانت پر حرف آتا ہے جس پر علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے بلکہ یہ طریقہ تو ان مبتدعہ فرقوں کی شکل اختیار کر جاتا ہے جنہوں نے اپنی مطالبہ برآری اور مسابک ہی کی احادیث کو اکثر بیان کیا۔ اور بالآخر یہی صورت وضع حدیث کا سبب بنی تو کیا امام دارقطنی کو بھی ان ہی کے زمرہ میں کھرا کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔

اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ ان کے کلام کو فن جرح و تعدیل میں ائمہ فن نے وہی مقام دیا ہے جو فقہ میں امام مالک، شافعی، سفیان ثوری وغیرہ کے اقوال کو جیسا کہ ابھی ہم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں اور تہاثرین میں حافظ ابن الصلاح، حافظ ابن حجر، حافظ ذہبی

علامہ سخاوی اور دیگر ائمہ فہم نے اسے تصحیح و تضعیف میں حجت مانا ہے۔  
جیسا کہ یہ بحث آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔

بات اسی پر ختم نہیں ہوتی بلکہ مزید تعجب یہ کہ مولوی عبدالعزیز  
مذکور زور بیان میں یہاں تک فرما گئے۔

”وہذا حال کثیر من الشوافع“

ہاں اگر وہ ذرا اپنے حنفی بھائیوں کے افعال و کردار کی نشان دہی  
بھی کر دیتے تو یہ بہتر ہوتا کہ انہوں نے اس میدان میں کیا گل کھلائے ہیں  
”حمیت جاہلیت“ کے پیش نظر کہاں کہاں انہوں نے اپنے مسلک کے مطابق  
روایات کو ضعیف کہا ہے اور کہاں صحیح۔ ہم اس کی چند مثالیں ذکر کر کے  
فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں اور یہ کہنے پر مجبور بھی ہیں کہ ع  
اس گناہیت کہ در شہر شما نیز کنند

علامہ عینی حنفی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں وہ بھی تو ”عمدۃ القاری“  
میں متعدد موافق پر شوافع کے ساتھ اس ”جرم“ میں شریک نظر آتے ہیں  
مثلاً امام شافعی کا یہ مسلک ہے کہ جب امام خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑا  
ہو تو سامعین کو السلام علیکم کہے۔ اس پر شوافع نے حضرت ابن عمرؓ کی  
روایت اور امام شافعی کی مرسل روایت سے استدلال کیا ہے۔ علامہ عینی  
اس مرسل روایت پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

وان اسندہ احمد من حدیث عبداللہ بن  
سہیعتہ فهو معروف فی الصنعاء فلا یحتم

بلکہ وقال البیهقی لیس بقوی" ۱  
یعنی اسے گواہ امام احمد نے متصل ذکر کیا ہے لیکن اس میں عبداللہ  
بن لہیعہ ضعیف ہے۔ بیہقی نے کہا ہے وہ قوی نہیں تو اس سے احتجاج  
نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن آگے چل کر "باب اذا رأى الامام رجلاً جاباً وهو  
يخطب امره ان يصلي ركعتين" کے تحت اپنے مملک کی  
تائید میں حضرت عقبہ بن عامر کے اس اثر

"الصلاة والامام على المنبر معصية"

نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

فان قلت في سند اثر عقبه عبد الله بن لهيعة  
قلت ما له وقد قال احمد من كان مثل ابن لهيعة  
بهمراً" ۲

اسی بحث میں دوسری جگہ فرماتے ہیں :-

"وثق احمد وكفى به ذاك" ۳

حالانکہ آگے چل کر ساتریں جلد ہیں پھر ابن لہیعہ کو ضعیف کہا ہے۔  
چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی وہ روایت جسے امام بیہقی نے اس سلسلہ میں پیش  
کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے صلاۃ کسوف ادا کی

۱ عمدة القاری ص ۲۲۱ ۲ عمدة القاری ص ۲۳۵ ۳ ایضاً  
ج ۶ ع ۶

لیکن میں نے آپ سے نہیں سنا کہ ایک لفظ بھی پڑھا ہو۔  
یہ روایت چونکہ علامہ عینی کے مسلک کے خلاف تھی بنا بریں اس پر  
نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”قلت روی البیهقی هذا من ثلاث طرق كلها ضعيفة  
فرواه من روایة ابن لہیعتم عن یزید بن حبیب  
عن عکرمتم عن ابن عباس الخ“ لے

لگا رہے کہ اس سند میں ضعیف سے مراد ”ابن لہیعہ“ ہیں اسی طرح  
(ص ۹۹) پر بھی انہوں نے ابن لہیعہ کو اپنے شیخ العسقلانی کے قول سے  
ضعیف کہا ہے۔

بعینہ اسی قسم کا معاملہ انہوں نے محمد بن اسحاق صاحب المغازی سے کیا۔  
بحث فاتحہ حلفت الامام ہیں تو واشکاف الفاظ میں اسے ضعیف کہہ دیا۔  
لیکن جب حافظ ابن جوزی نے ایسی روایت کو ابن اسحاق کی وجہ سے ضعیف  
کہا جو مسلک احناف کے موافق تھی تو پیچھے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ گئے اور  
یہاں تک فرما دیا۔

”ان ابن اسحاق من الثقات الکبار عند الجمهور“

اس کے علاوہ متعدد ایسے مواضع بتائے جاتے ہیں جہاں انہوں  
نے ابن اسحاق کی حدیث کو حسن کہا ہے لیکن ہم بخوف طوالت انہیں نظر انداز

کرتے ہیں۔ علامہ لکھنوی نے درست فرمایا، کہ اولاً لیکن فیہ داعیۃ التقصیب المذہبی لکان وجود  
یہی حالت علامہ ابن ہمام کی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہا یا کیا اس سے  
قطع نظر ہم یہاں علامہ محمد انور شاہ کشمیری کا قول ہی ذکر کر دینا کافی خیال  
کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

”شیخ ابن ہمام اگرچہ اہل طریقت (صوفیوں) اور نہ صرف مزاج  
تھے لیکن کبھی اپنے مذہب کی حمایت کے لیے حد اعتدال  
سے تجاوز بھی کر جاتے تھے“<sup>۱</sup>

علامہ کا کشمیری کے اس قول کی تائید میں ہم چند مثالیں بھی ذکر کرتے  
لیکن یہ بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے اور اس سلسلہ میں نہ ہی زیادہ  
تفصیل مناسب خیال کرتے ہیں۔ دکھانا صرف یہ مقصود تھا کہ کیا شرا و شجاعت  
کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ ”مذہبی حمیت“ کے جوش میں اٹھ اڑیں اور کچھ صحیح و نہایت  
کہا کرتے تھے یا اس ”جرم“ میں خود انہیں حقیقہ ان سے کہیں باڑی لے گئے یا  
حیرت ہوتی ہے کہ جن کی امانت و دیانت پر حفاظت حدیث اور اصحاب  
الطبقات و البیہر کا اتفاق ہوا ان پر اس قسم کے بے بنیاد الزامات دھرتے  
ہوئے ان لوگوں کو کچھ بھی خدا کا خوف نہیں آتا کہنے والے نے بالکل صحیح کہا،  
”دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی ہمیشہ شہتیر نظر آتا ہے“  
امام دارقطنی رحمہ اللہ کا تالیفیت میں غلو کے سلسلہ میں ایک بات یہ بھی

۱۔ فوائد بھیمیہ ص ۸۶

۲۔ فیض الباری ص ۱۰۷  
ج ۱



کہی جاتی ہے کہ جب وہ مہر گئے تو بعض لوگوں کے کہنے پر انہوں نے چہری  
 نشانہ میں بسم اللہ با پھر پڑھنے کے ثبوت میں ایک رسالہ لکھا۔ جب اس  
 کی حدیثوں کی صحت کے متعلق مالکیہ نے قسم والا کر ان سے دریافت کیا تو  
 انہوں نے جواب دیا کہ اس مسئلہ میں کوئی مرفوع روایت تو ثابت نہیں  
 البتہ صحابہ کرام کے بعض آثار ملتے ہیں جن میں سے بعض صحیح اور بعض  
 ضعیف ہیں۔

یہی واقعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے ایک فتویٰ میں ذکر کیا ہے  
 لیکن اس میں قسم دلائے گا ذکر نہیں۔  
 امام دارقطنی کے اس اسلوب سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ انہوں نے  
 جان بوجھ کر ضعیف روایتیں جمع کیں جن سے ان کا مقصد محض اپنے فقہی  
 مسلک کو مؤید کرنا تھا اور بس۔

لیکن اس مفروضے کی تردید حافظ ابن تیمیہ کے اس قول سے ہو جاتی  
 ہے جو انہوں نے ایک فتویٰ میں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔  
 ”اویرویہما من جمع هذا الباب كالدارقطني  
 والخطيب وغيرهما فانهم جمعوا ما روى  
 یعنی چہر بسم اللہ کی احادیث کا احاطہ دارقطنی اور خطیب نے  
 کیا ہے۔ جنہوں نے اس باب میں تمام روایات کو جمع کر دیا ہے جس سے

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مقصد اس باب کی روایتوں کو جمع کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور اس کی وہی حیثیت ہے جو امام نسائی کے رسالہ "مناقب علی رضی" کی ہے جس میں انہوں نے حسن، ضعیف، بد، منکر و موضوع روایات کو بھی جمع کر دیا ہے جس کی بنا پر بعض تذکرہ نویسوں نے انہیں شیعیت سے بھی متہم کیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک فقہی مسئلہ پر سب روایتوں کو ایک کتابچہ کی شکل میں جمع کر دینے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس محدث کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ سمجھ لیا گیا ہے۔ اس کی مثال امام نسائی کی کتاب "المناقب" کی ہے جس میں انہوں نے امام شافعی کے اولاد کو جمع کیا ہے۔ لیکن علامہ کاشغیری مرحوم نے اس کے باوجود فیض الباری میں انہیں حنبلی بتلایا ہے۔ لہذا جب وہ کتاب "المناقب" لکھنے کے باوجود حنبلی تھے تو امام دارقطنی نے کتاب "بھیر بسم اللہ" سے شافعی کیونکر قرار پائے؟ خصوصاً جبکہ انہوں نے اس قسم کی جملہ روایات کے ضعیف ہونے کی صراحت بھی کر دی ہے بلکہ "سنن" میں تو اس مسئلہ میں چہر بسملہ کی روایات کے ضعف کی تصریح کے ساتھ ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی کی حدیث ہے۔

انی قسمت الصلوة بینی وبين عبدی نصفین  
فنصفها له يقول عبدی اذا افتتم الصلوة  
ببسم الله الرحمن الرحيم  
کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ بسم اللہ کے ذکر کرنے میں عبد اللہ

بن زیاد بن سمعان "منفرد سے اور وہ متروک الحدیث ہے۔ ثقات میں سے امام مالک، ابن جریر، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن عیینہ، ابن عجلان، الحسن بن الحر، ابو اوس وغیرہ نے علاوہ سے بالاتفاق بسم اللہ کے الفاظ ذکر نہیں کئے پھر فرماتے ہیں۔

"والتفاتیہم علی خلاف ما رواہ ابن سمعان اولی بالصواب"

اہل علم حضرات اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ امام دارقطنی یہاں اس روایت کو صحیح قرار دے رہے ہیں جس سے حنفی مکتب فکر کی بڑی زور تائید ہوتی ہے، علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے اسی روایت کو آئستہ بسم اللہ پر ٹھننے پر نص صحیح قرار دیتے ہوئے کہا ہے

"هذا قاطع تعلق المتنار عین وهو نص"

لا یحتمل التأویل ولا اعلم بعد یتافی سقوط

البسملۃ ابین فیہ لہ

یعنی یہ حدیث بسم اللہ آئستہ پر ٹھننے کے لئے سب سے بڑی واضح دلیل ہے۔ جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔

ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ امام دارقطنی کی اس تصریح کے ہوتے ہوئے بھی وہ توافقیات کے ساتھ غلو رکھتے تھے؟ جیسا کہ کہا گیا یا سمجھا گیا ہے قطعاً نہیں بلکہ وہ مجتہد تھے جیسا کہ علامہ الجزائری کے بیان میں آپ پڑھ آئے ہیں۔

## امام دارقطنی اور امام ابوحنیفہؒ

امام دارقطنی پر جس قدر اعتراضات کیے گئے ہیں

در اصل اس کا سبب ان کی وہ جرح ہے جو انہوں نے حدیث "من كان له امام فقرأ آية الامام له قراءة" کے بعد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"لم يسنده عن موسى بن ابي عائشة غير ابي حنيفة والحسن بن عمارة وهما ضعيفان" ۱  
 امام دارقطنیؒ کی اس جرح سے علامہ عینیؒ تو اس قدر برہم ہوئے کہ امام ابوحنیفہؒ کو "جمیعت" میں امام دارقطنیؒ کو ہی ضعیف بنانے کا شوق ظاہر فرمایا۔ چنانچہ عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں۔

"لو تأدب الدارقطنی واستقی لما تلفظ بهذه اللفظة في حق ابي حنيفة وبتضعيفه اياه ليستحق هو لتضعيفه"

اسی طرح "البناء شرح هداية" میں لکھتے ہیں  
 "من اين له لتضعيف ابي حنيفة وهو مستحق للتضعيف" ۲

یعنی امام دارقطنیؒ کو ایسا کہنے سے چا کرنا چاہیے تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کی تضعیف کرنے والے کو خود ضعیف قرار دینا چاہیے۔

علامہ عینیؒ کے بعد متاخرین حنفیہ نے ان کے اس قول کو بنیاد قرار دے کر امام دارقطنیؒ کے حق میں وہ کلمات استعمال کئے جو حدیث شریفہ کا وہی طابع علم کے لئے بھی مناسب نہیں ہے جیسا کہ امام موصوفؒ کی شخصیت کے حق میں اس قسم کی یا وہ کوئی کی جلتے۔ اگر امام دارقطنیؒ صرف اس بنا پر ضعیف ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف کہا ہے تو اس "جرم" میں وہ متفرد نہیں ہیں۔ بلکہ دیگر ائمہ جرح و تعدیل بھی اس میں برابر کے شریک ہیں۔ جن میں امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ سرفہرست ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔

«النعمان بن ثابت ابوحنیفہ صولی بنی تمیم...

... کان مرحیاً سکتوا عن رایة وحدیثہ» ۱

امام بخاریؒ کی یہ جرح جس قدر سخت ہے اس کا اندازہ علامہ عراقیؒ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

«فیہ نظرو ولان سکتوا عنہ ہاتان العبارتان

بقولہما البخاری فیمن ترکوا حدیثہ» ۲

اسی طرح علامہ ذہبیؒ نے عبد اللہ بن داؤد الواسطی کے ترجمہ میں بھی اس امر کی صراحت کی ہے۔ علامہ سخاوی رقمطراز ہیں۔

«وکنیرا ما یعبیر البخاری بہا تین العبارتین...

... فیمن ترکوا حدیثہ» ۳

۱۔ التاریخ الکبیر ص ۸۱ ج ۲ ق ۲ ۲ فتح المغیش العراقی ص ۱۱

۳۔ فتح المغیش سخاوی ص ۱۶۱

یعنی فیہ نظر اور مسکتوا عنہ کے الفاظ امام بخاریؒ ایسے ناوی کے حق میں استعمال کرتے ہیں جس کی حدیث کو محدثین نے چھوڑ دیا ہو۔ اسی طرح امام نسائیؒ نے کتاب الضعفاء میں امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ دو جگہ پر کیا ہے۔ پہلے تو صرف "لیس بالقوی" پر اکتفا کیا ہے لیکن آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"ابو حنیفہؒ لیس بالقوی فی الحدیث وهو کثیر

الغلط والخطا علی قلة روایتہ"

ان کے علاوہ امام علی بن المدینیؒ، ابن عدیؒ، ابن القطانؒ، حمیدیؒ، العقیلیؒ اور امام حاکمؒ نے بھی امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہا ہے۔ اس بحث کی نہ تفصیل مقصود ہے اور نہ ہی یہاں ایسا مناسب ہے۔ دکھانا صرف یہ ہے کہ امام دارقطنیؒ کی طرح دیگر محدثین اور ائمہ جرح و تعدیل نے بھی امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہا ہے۔ اگر امام دارقطنیؒ صرف اس بنا پر قابل تضعیف ہیں کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہا ہے تو وہ اکیلے اس جرم کے مرتکب نہیں بلکہ امام بخاریؒ اور دیگر محدثین بھی اس میں برابر کے شریک ہیں۔ تو کیا وہ بھی بقول علامہ عینیؒ "مستحق ضعف" میں ہیں؟

علامہ کاشمیریؒ نے امام ابو حنیفہؒ پر کلام کرنے والوں کے متعلق جو وتیرہ

اختیار کیا ہے وہ اس سے کہیں تعجب خیز ہے۔ فرماتے ہیں۔  
 "لحدنا فقیہا و فقیہا فقط یقدح فی  
 ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ لنعلم من کان منهم  
 حدنا فقط فانہ جرح علیہ" ۱

یعنی کسی محدث فقہ یا صرف فقہ نے امام ابو حنیفہ پر جرح نہیں کی  
 ہے یاں جو صرف محدث ہیں۔ انہوں نے البتہ امام صاحب پر جرح کی ہے۔  
 گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن محدثین نے امام صاحب کی توثیق کی  
 ہے وہ فقہ تھے اور جنہوں نے جرح کی ہے وہ صرف محدث تھے اور درجہ  
 فقہانہ انہیں میسر نہیں۔ حالانکہ یہ "معیار" اس قدر بے جان اور بوجہ  
 ہے کہ اس کی تردید کی ہم چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ علامہ کا شمیری  
 پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو وہ امام بخاری کو مجتہد مانتے ہیں۔ چنانچہ  
 فرماتے ہیں :-

"واعلم ان البخاری مجتہد لا ریب فیہ" ۲

اور دوسری طرف فرماتے ہیں "جنہوں نے امام صاحب پر جرح کی ہے وہ صرف  
 محدث ہیں۔" کیا یہاں ان پر "حمیت جاہلیت" کا رنگ تو نظر نہیں  
 آتا؟ اور کیا "حمیت مذہبی" کے سپیش نظر انہوں نے جاوہ اعتدال سے  
 تجاوز کرتے ہوئے اصل حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا؟

رہا امام دارقطنیؒ کا مجتہد اور فقیہ ہونا تو اس کا ثبوت ہم گذشتہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں جس کا اعادہ یقیناً طوالت کا باعث ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کے سلسلہ میں رجال و سیر کی کتابوں کے مطالعہ سے جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ امام صاحب کو فقہ میں مسلم امام مانتے۔ ویراع و تقویٰ کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ حدیث کے فن سے ان کا لگاؤ کم تھا اور حفظ حدیث کے لئے جس قدر غیر معمولی ضبط کی ضرورت تھی۔ اس میں بھی کمی تھی۔ (انہوں نے زیادہ سے زیادہ احکامی روایات کو زیر نظر رکھا جو ایک مجتہد کے لیے اسامی حیثیت رکھتی ہیں) جس کی وجہ سے محدثین نے ان سے اغماض کیا اور یہ بالکل حقیقت ہے کہ محدثین دینی جمیت کی بنا پر حدیث میں ادنیٰ ممانعت بھی برداشت نہیں کرتے تھے جس کا اندازہ امام شعبیؒ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

” واللہ لو اصبحت تسعاً وتسعين مرة واخطأت

مرة لا اعد واعلى تلك الواحدة“ لے

اس لحاظ سے ان کے یہ بے لاگ تبصرے قابل ستائش ہیں کہ بڑے سے بڑے امام کا علم و فضل اور زبرد تقویٰ بھی ان کی اس حق پسندی و حق گوئی کے مانع نہ بن سکا۔ اور ان کے ان اکابرین کی معمولی عقلمندی و

لے تذکرۃ الحفاظ ص ۷۷، ج ۱



تساہل کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ جس بات کو بھی وہ حق جانتے اور درست خیال کرتے، دیا تندی و ایمانداری سے اسے بیان کر دیتے۔ حدیث کہ اگر اس قسم کی کوتاہی کا مرتکب ان کا باپ یا بھائی بھی ہوتا تو وہ اسے بھی معاف نہ کرتے۔ چنانچہ امام علی بن المدینی اپنے والد عبد اللہ بن جعفر کے متعلق فرمایا کرتے۔ میرا باپ ضعیف ہے اور محمد بن ابی السری اپنے بھائی الحسین کے متعلق فرماتے۔

”لأنکلتوا عن اخی فانه کذاب“ ۲۲

اسی طرح ابو عمرو بن حسین مذکور کے متعلق فرماتے :-

”کذاب هو حال اخی“ ۲۳

جس سے ان کی دینی حمیت اور غیرت ایمانی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ پانچویں امام دارقطنی یا دیگر محدثین رحمہم اللہ کے متعلق یہ خیال کرتا کہ انہیں امام ابو حنیفہ کے ساتھ عناد تھا ہرگز ہرگز درست نہیں۔

سنن دارقطنی اور دیگر تصانیف تیسری صدی  
حدیث کی

ترتیب تدوین کے اعتبار سے نہایت مبارک و مسعود رہی ہے۔ اس سے قبل حدیث میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئیں ان میں مرفوع روایات کو قنوی، آثار و اقوال اور موقوف روایات سے الگ طور پر جمع نہیں

کیا گیا تھا۔ اس دور میں تصنیف و تالیف نے ایک نئی راہ اختیار کی یعنی یہ کہ صرف مسند اور مرفوع روایات کو الگ جمع کیا جانے لگا جس سے مسانید وجود میں آئیں۔ مسند ابو داؤد طیالسی، مسند مسدد بن مسرہد۔ مسند اسد بن موسیٰ اور مسند احمد وغیرہ اسی دور کی تصانیف ہیں۔

تاہم صحیح اور ضعیف روایات کو باہم ممتاز نہ کیا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان سے استفادہ نہایت مشکل قرار پایا۔ جب اس کمی کو محسوس کیا گیا تو بعض محدثین کے مشورہ و اشارہ سے امام بخاریؒ نے "المجامع الصحیح" کو مرتب کیا۔ انہی کی اقتدار میں امام مسلم نے بھی صحیح احادیث کو یک جا جمع کیا۔ اور ان کے علاوہ بعض دیگر محدثین نے ایسی کتابیں تالیف کیں جن میں فقہی ترتیب کو ملحوظ رکھا جن سے استفادہ آسان ہوا۔ اور وہ کمی زائل ہو گئی جسے پہلے محسوس کیا جاتا تھا۔

چوتھی صدی ہجری میں ارباب علم نے بھی یہی راہ اختیار کی۔ لیکن ان کی کاوش زیادہ تر صحیح احادیث پر منحصر تھی۔ اس صدی کی مشہور کتابیں معاجم طبرانی، المستدرک وغیرہ ہیں۔ امام دارقطنیؒ کی "سنن" بھی اسی سلسلہ کی ایک نہایت قابل قدر کڑی ہے۔ ان کی کتاب کو شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز نے گو طبعہ ثالثہ میں شمار کیا ہے لیکن اس درجہ کی دوسری کتابوں سے "سنن دارقطنی" کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ اور اس میں اگرچہ ضعیف، شاذ اور منکر روایات پائی جاتی ہیں لیکن اکثر مقامات پر ان کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے "سنن" میں بجا سے نقص کے خوبی پیدا ہو گئی ہے۔

علمائے فن نے حسن حدیث کی معرفت کے لئے اسے معیار قرار دیا ہے چنانچہ  
حافظ ابن الصلاح اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں :-

”ومن فطان الحسن سنن الدارقطنی فانه

نص علی کثیر منہ“ ۱۷

حاجی خلیفہ نے حدیث کی صحیح کتابوں میں سنن دارقطنی کو بھی شمار کیا ہے

فرماتے ہیں :-

”ان السلف والخلف قد اطبقوا علی ان اصح الکتب

بعد کتاب اللہ سبحانہ وتعالیٰ البخاری ثم

مسلم ثم الموطا ثم بقية الکتب الستة

وهی سنن ابی داؤد والترمذی والنسائی

وابن ماجه والدارقطنی الخ ۱۸

بالکل اسی قسم کا خیال طاش کبریٰ زادہ نے بھی ظاہر کیا ہے۔ علامہ

نودوی ”التقریب“ میں صحیح بخاری و مسلم کے علاوہ صحیح احادیث کامیاً

ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”جب کوئی قابل اعتماد مصنف یا قابل اعتماد تصنیف میں

اس کی صحت کی تصحیح کر دی گئی ہو تو وہ حدیث صحیح ہوگی“

۱۷ تدریب الرادی ص ۸۹

۱۸ کشف الظنون

اس کے بعد معتد تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے سنن دارقطنی کو بھی ان میں شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

كسبن ابى داؤد والترمذى والنسائى وابن خزيمة  
والدارقطنى والحاكم والبيهقى وغيرهما منصوصاً  
على صحته ۱۷

اسی طرح حافظ ابن الصلاح نے اصحاب کتب خمسہ کی وفيات ذکر کرنے کے بعد ان حفاظ حدیث کی وفيات ذکر کی ہیں۔ جن کی کتابوں کو بہ نظر تحتین دیکھا گیا ان میں بھی امام دارقطنی کا نام سرفہرست مذکور ہے۔ فرماتے ہیں۔  
”وسبعة من الحفاظ في ساقاتهم احسنوا التصنيف  
وعظم الانتفاع بتصانيفهم في اعصارنا“ ۱۸  
اسی طرح علامہ عراقی نے شرح الفیہ میں انہی سات حفاظ حدیث جن کی کتابوں کو مستحق قرار دیا گیا ہے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے

وفي هذه الابیات وفيات اصحاب التصانيف  
الحسنة بعد الخمسة المذکورین ۱۹

جس سے سنن دارقطنی کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ اس دور کی قیمتی کتابوں میں شمار ہوتی تھیں۔ جس نے عوام و خواص میں مقبولیت حاصل کی

۱۷ تقریب مع التذریب ص ۵۸ ۱۸ مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۲۸

۱۹ فتح المغیث عراقی ص ۱۲۹ ج ۲

کسی بھی بڑے مصنف کی تصانیف کی اہمیت کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ اہل علم نے اس کی تصانیف کو کہاں تک قابل اعتنا قرار دیا ہے۔ اور کس حد تک ان کی شرح و تعلیقات وغیرہ لکھی ہیں۔ اس اعتبار سے بھی امام دارقطنی کی تصانیف کو کوئی کم حیثیت حاصل نہیں۔ سنن دارقطنی ہی لیجئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے "انتحاف المہرہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں دس کتابوں کے اطراف ذکر کئے ہیں۔ ان میں سنن دارقطنی کو بھی شامل کیا ہے بقیہ کتب کے نام یہ ہیں :-

موطأ مالک۔ مسند شافعی۔ مسند احمد۔ سنن دارمی۔ ابن خزیمہ۔ ابن حبان۔ مستخرج ابو عوانہ۔ مستدرک حاکم۔ منتقی ابن جارود۔ شرح معانی الآثار۔ یوں تو یہ کل گیارہ کتابیں ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ حافظ ابن حجر کے پاس ابن خزیمہ کا مکمل نسخہ نہ تھا۔ علامہ الکتانی کی تصریح کے مطابق اس کا ایک ربع ہی ان کے پاس تھا۔ باقی دوجہ انہوں نے دس ہی کا اعتبار کیا ہے۔ علامہ عراقی نے سنن دارقطنی کے رجال پر مستقل کتاب لکھی، جو تہذیب الکمال کے رجال کے علاوہ ہیں۔ قاسم بن قطلوبغا م ۸۷۹ھ نے بھی رجال کتب عشرہ میں سنن دارقطنی کو شامل کیا ہے۔ اسی طرح علامہ ابن الملقن نے جن چھ کتابوں کے رجال پر کام کیا ہے ان میں سنن دارقطنی بھی ہے ۱ اور ابواسحاق المزکی نے سنن کی تخریج کی ہے ۲

۱۔ لحظہ الاعتناء ص ۲۳۳ ۲۔ ایضاً ص ۲۰۰۔ وہ چھ کتابیں یہ ہیں۔ مسند احمد

ابن خزیمہ۔ ابن حبان۔ مسند حاکم۔ البیہقی۔ ۱۲۔ نیل الاوطار ص ۲۰۵ (ج ۱) باب ما اذا يقال اذا فرغ من الموضوع۔

علامہ سیوطی نے "جامع صغیر" میں جن کتابوں کی احادیث کی تخریج کی ہے ان میں سنن دارقطنی کو بھی اپنا ماخذ بنایا ہے۔ اور اس کی علامت "قط" بتلائی ہے۔ اور حافظ سخاوی نے اس کی رباعیات کو جمع کیا ہے۔  
العزمن طبقہ ثلثہ کی کتابوں میں جس سے جو کام امام دارقطنی کی سنن پر ہوا وہ شاذ و نادر ہی کسی اور کتاب پر ہوا ہو گا جس سے اس کی اہمیت و افادیت کا پتہ چلتا ہے۔

## سنن دارقطنی اور اس کے ناقدین | جیسا کہ ہم ذکر کرتے ہیں

سنن دارقطنی کو طبقہ ثلثہ کی کتابوں میں شمار کیا گیا ہے اور بصریح شاہ عبدالعزیز طبقہ ثلثہ میں ان کتابوں کا شمار ہوتا ہے۔ جن میں شاذ و منکر اور غریب روایات پائی جاتی ہیں۔

نبابریں امام دارقطنی کو موجب طعن قرار دینے والوں نے ایک وجہ یہ بھی نکالی ہے۔ کہ انہوں نے "سنن" میں شاذ و منکر روایتیں نقل کی چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں۔

"ومن این له تصنیف ابی حنیفة وهو مستحق  
للتضعیف فانه روى فی مسنده احادیث سفیهة  
ومعلوالة ومنكرة وغریبة وموضوعة" لہ

لہ فتح المغیث  
لہ مقدمۃ التعلیق المجدد ص ۳۲

”سنن“ کے متعلق بالکل اسی طرح کے الفاظ الکتافی نے الرسالۃ المستظرفہ میں اور علامہ زبلی نے التفتیح سے نقل کئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں

”والدارقطنی فقد صلاہ کتابہ من الاحادیث  
العربیۃ والشاذۃ والمعللۃ وکم فیہ من حدیث  
لا یوجد فی غیرہ“

جس کا مقصد یہ ہے کہ امام دارقطنی نے ”سنن“ میں غریب، شاذ، معلول، ضعیف، منکر بلکہ موضوع روایات کو بھی جمع کر دیا ہے۔ لیکن ابھی ہم ذکر کرتے ہیں، حافظ ابن الصلاح وغیرہ نے سنن کو حسن حدیث کے مظان میں سے شمار کیا ہے اور سنن دارقطنی میں جس قدر ضعیف یا منکر و معلول روایات ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر کی وجہ ضعف کو بیان کر دیا ہے لہذا وہ موجب طعن قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ پھر ہم یہ بھی ذکر کر آئے ہیں کہ اس دور کے آئمہ حدیث نے صحت و سقم کا لحاظ نہیں رکھا۔ بلکہ ان کا مقصد صرف ذخیرہ احادیث کو جمع کرنا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اگر امام دارقطنی پھر بھی موجب طعن ہیں جیسا کہ علامہ عینیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے تو امام طحاویؒ کے متعلق ان کی رائے کیا ہے۔ جن کی ”شرح معانی الآثار“ بھی طبقہ ثالثہ کی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ امام طبرانیؒ کی معجم توہین ہی مجموعہ غرائب و مناکیر تو کیا اس وجہ سے انہیں

یہی ضعیف کہا جائے گا؟  
 رجال و سیر کی کتابیں شاید ہیں کہ امام دارقطنیؒ پر جو الزام علامہ  
 عینیؒ و غیرہ نے عائد کیا ہے۔ متقدمین سے اس قسم کا اعتراض کہیں منقول  
 نہیں ہے۔ اس کے برعکس امام طبرانیؒ پر ان کی سبائح کی وجہ سے یہ اعتراض  
 کیا گیا لیکن علماء نے اس کی طرف التفات تک نہ کیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ  
 فرماتے ہیں :-

عاب علیہ اسماعیل بن محمد بن الفضل التیمیہ و جمعه  
 الاحادیث بالاشراد مع ما فیہ من النکاح  
 الشدیدة و لموضوعات

تو کیا امام طبرانیؒ کو بھی اس بنا پر ضعیف کہا جائے گا کہ انہوں نے  
 منکر و موضوع روایات جمع کر دی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ انہوں نے صحیحہ کا  
 التزام نہیں کیا۔ ان کا مقصد صرف احادیث کو جمع کر دینا تھا چنانچہ حافظ  
 ابن حجرؒ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”هذا امر لا یجتنص بہ الطبرانی فلا معنی لافرادہ  
 الیوم بل اکثر المحدثین فی الاعصار الماضیة من  
 سنة مائتین وھلم جرا اذا ساقوا الحدیث باسنادہ  
 اعتقدوا انھم بروا من عھدہ واللہ اعلم“



یعنی یہ بات امام طبرانی ہی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ دوسری صدی ہجری سے اکثر محدثین نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جب وہ حدیث کو سننے کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تو اس طرح خود کو ذمہ داری سے سبک دہن کر لیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اس بات کو باعث طعن نہیں بنایا بلکہ اس کے باوجود حافظ عبدالغنی، امام حاکم، خطیب بغدادی، سمعانی، ابن ابی شیبہ، علامہ نووی، حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر وغیرہ نے امام دارقطنی کی توثیق کی ہے۔

علاوہ ازیں خود علامہ علی بن زین الدین دارقطنی، کو کتب معتزہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ عمدۃ القاری میں حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

« رَوَاهُ اَيْضًا أَحْمَدُ فِي مَسْنَدِهِ وَالْأَبُو قَطَنِ وَأَبُو جَبَانٍ وَالْبَيْهَقِيُّ وَلَمْ يَبْقَ مِنْ أَصْحَابِ الْكُتُبِ الْمُعْتَمَدِ عَلَيْهِمْ مَنْ لَمْ يَخْرُجْهُ سَوِي مَالِكٍ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْرُجْهُ فِي مَوْطِئِهِ »

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موصوف خود بھی سنن دارقطنی کو کتب معتزہ میں شمار کرتے ہیں اور "البنایہ" میں بحث فاتحہ کے تحت جو اس پر تنقید کی ہے اس کا سبب بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ امام دارقطنی

نے حدیث "من كان له امام فقراة الامام له قراة" کو امام ابو حنیفہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے جس سے ناظرین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کا یہاں یہ تجزیہ و تبصرہ کہاں تک مبنی بر صداقت ہے۔

**سنن دارقطنی اور اس کے نسخے** امام دارقطنی رحمہ اللہ سے سنن دارقطنی اور روایت کرنے والے

اگرچہ ان کے متعدد تلامذہ ہیں لیکن اس کا سلسلہ سند جن حضرات سے قائم ہے وہ تین ہیں :-

۱۔ ابوبکر محمد بن عبد الملک بن بشران

۲۔ ابوظاہر محمد بن احمد بن محمد

۳۔ ابوبکر احمد بن محمد بن احمد البرقانی

ان کے علاوہ سنن دارقطنی "گو ابو منصور محمد بن محمد الموقانی ،

ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری ۔ ابوالحسن محمد بن علی بن عبداللہ المہدی

باللہ کی روایت سے بھی مروی ہے۔ لیکن زیادہ تر وہی نسخے مشہور ہیں جو

پہلے تین حضرات سے منقول ہیں۔ ان تینوں نسخوں میں گواختلاف پایا جاتا

ہے۔ لیکن اصولاً ان میں کوئی فرق نہیں۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی ان تینوں

نسخوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" و در میان این ہر سہ نسخہ تفاوت و اختلاف واقع است

اما در تقدیم و تاخیر و زیادت و نقصان در نسبت بعض

رواۃ و در الفاظ نیز اما در اصل حدیث هیچ اختلاف

نبیت۔ احادیث دربر نسخہ ازین نسخہ گانہ  
بالاستیفانہ کو رند مگر کتاب السبق کہ در روایت ابن

عبدالرحیم موجود نیست

ہندوستان میں جو نسخہ راج پور سے وہ ابن بشران کا روایت کردہ ہے  
حضرت مولانا شمس الحق ڈیوانوی مولانا عون المعبود رحمہ اللہ ثعلبی کی  
محنت و کاوش سے یہ نسخہ منصفہ شہود پر آیا۔ خود ان کے پاس بھی ایک قلمی  
نسخہ موجود تھا۔ دوسرا نسخہ شیخ عبدالغنی محدث کا مصحفہ جناب مولانا  
سید نواب صدیق الحسن خان صاحب سے مل گیا۔ اور ایک تیسرا نسخہ مولانا  
رفیع الدین صاحب بہاری سے ملا جو اگرچہ ناقص تھا لیکن تھا بہت قدیم  
اور صحیح۔ جس کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس پر  
بائیس حفاظ و محدثین کے دستخط تھے۔ جن میں حافظ ابوالحجاج دمشقی،  
عبدالمومن بن خلف دمیاطی، عبدالرحیم بن حسین زین الدین عراقی، حافظ  
ابن حجر، شیخ عبید اللہ بن عمر العجمی، شیخ صالح الفلانی جیسے اساطین حدیث بھی  
شامل ہیں۔

مولانا ڈیوانوی نے اپنے نسخہ کا ان کے ساتھ مقابلہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ  
کتب اطراف و تحریج وغیرہ کی مدد سے بھی متن کی تصحیح کی کوشش کی اور ساتھ  
ہی ایک مختصر مگر مفید حاشیہ بھی تحریر فرمایا جو "التعلیق الملغنی" کے

۱۔ بیان المحدثین ص ۴۸ ۲۔ اشہار کتب نادرہ جو کہ سنن دارقطنی کے آخر میں ہے

نام سے طبع ہے

التعلیق المعنی کے علاوہ محدث ڈیا نوئی نے دو درجن سے زائد مختلف  
اہم مباحث پر کتابیں لکھیں جن میں غایۃ المقصود، عون المعبود، شرح  
سنن ابی داؤد، اور اعلام اہل الاثر یا حکام رکعتی الفجر ان کا  
شاہکار مانا جاتا ہے۔

قائدہ | محدث ڈیا نوئی پر ایک مستقل مقالہ تیار ہو چکا ہے۔ جو آئندہ  
کسی وقت میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔ انشائاً اللہ العزیز۔

سنن دارقطنی پر ایک نظر | امام دارقطنی نے اپنی سنن  
میں کم و بیش ۲۵۳۵

احادیث ذکر کی ہیں جنہیں پچیس کتابوں میں جمع کیا ہے۔ اور سب سے  
پہلے اپنی سنن کو کتاب الطہارت سے شروع کیا ہے۔

حدیث کے ذکر کرنے کا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ اولاً ایک حدیث کے  
تمام طرق جمع کر دیتے ہیں۔ پھر متن ذکر کرنے کے بعد اس کی سند پر کلام  
کرتے ہیں۔ اگر کوئی نادی ضعیف ہوتا ہے تو اس پر تہلیل کرتے ہیں۔  
یا پھر اسے حسن یا صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور علت ہوتی  
ہے تو اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔

امام دارقطنی کی سنن کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ علمائے فن نے اسے  
حدیث حسن کی معرفت کا درجہ قرار دیا ہے۔ حدیث حسن کی تصریح یا تو  
امام بخاری اور امام احمد کے متفرق اقوال میں ملتی ہے یا پھر جامع ترمذی میں ہے

لیکن چونکہ اس کے نسخے مختلف ہیں، بنا بریں صحیح طور پر اس کا پتہ نہیں چل سکتا، لہذا یہ کہ کوئی صحیح نسخہ مل جائے۔ حافظ ابن الصلاح اسی اختلاف نسخ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وتختلف النسخ من كتاب الترمذی فی قوله  
 هذا حدیث حسن او حدیث حسن صحیحہ ونحو ذلك  
 فیبغی ان تصحیح اصلك به بجماعه اصول وتعمد  
 علی ما اتفقت علیہ»

شیخ احمد شاکر نے اسی الجھن کو رفع کرنے کے لئے جامع ترمذی کے چھ مختلف نسخوں کو جن میں تین خطی تھے، جمع کر کے ایک صحیح ترین نسخہ تیار کرنے کی کوشش کی۔ مگر ابھی وہ کتاب الصلوٰۃ ہی مکمل کر پائے تھے کہ جان جان آفرین کے سپرد کردی اور یوں یہ کام ادھورا رہ گیا۔ اس کی تکمیل کی کوشش گو شیخ محمد فواد عبدالباقی اور شیخ ابراہیم عطوف نے کی۔ لیکن تصحیح متن کا وہ التزام جو شیخ شاکر کے مرہون منت تھا، نہ ہو سکا۔ اور اگر اسی تو عیت سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا تو یقیناً اسے جامع ترمذی کا صحیح نسخہ قرار دیا جاتا۔ جامع ترمذی کے علاوہ سنن ابی داؤد، سنن نسائی کو بھی اگرچہ مظان حسن سے شمار کیا گیا ہے، لیکن ان کے کلام میں یہ جملہ کہیں لکھنے پڑھنے میں نہیں آیا۔ اس کے علاوہ سنن دارقطنی ہی ایک ایسی کتاب

ہے کہ اس میں دارقطنیؒ اکثر مقامات پر یہ تصریح فرمادیتے ہیں کہ یہ حدیث  
حن ہے۔ جیسا حافظ ابن الصلاحؒ نے مقدمہ میں تصریح کی ہے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ بستان الحدیث میں فرماتے ہیں کہ امام  
دارقطنیؒ کی سند کو بلند کرنے والی سند خماسی ہے جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں  
کہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فنی اعتبار سے اس کی حقیقت بھی ذکر کرتے ہیں۔  
جس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں۔

**مرسل کی مثال** | سنن ص ۱۹۵ میں ایک جگہ امام دارقطنیؒ نے ایک حدیث  
ان الفاظ سے ذکر کی ہے۔

”حد ثنا ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث ثمار  
حمود بن آدم ثنا الفضل بن موسیٰ ثنا عبد اللہ بن  
سعید بن ابی ہند عن ثور بن یزید عن عکرمہ عن  
ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یلتفت فی صلاتہ یمینا و شمالا لایلوئ عنقہ  
خلف ظہرہ“

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

”فضل بن موسیٰ اسے متصل ذکر کرنے میں منفرد ہیں۔ اور  
اس کے دوسرے ساتھی عبد اللہ بن سعید اسے مرسل بیان کرتے ہیں“  
چنانچہ اس کے بعد انہوں نے یہی روایت بواحد ”و یبع ثنا عبد اللہ  
بن سعید بن ابی ہند عن رجل من اصحاب عکرمہ قال کان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ الحدیث ذکر کی ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ ”فضل بن موسیٰ“ کے دوسرے رفیق امام وکیع نے یہ روایت بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ اور عکرمہ کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ سلسلہ سند تابعی تابعی تک ہی بیان کیا ہے۔

**فائدہ :-** اصول حدیث کا طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ حدیث مرسل اور منقطع میں فرق ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب یہ روایت عکرمہ کے شاگرد ثور بن یزید سے مروی ہے۔ اور وہ تابعی تابعی ہیں تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ منقطع ٹھہری امام دارقطنیؒ کا اسے مرسل کہنا کیونکر صحیح ہے اس کا جواب یہ ہے کہ منقطع اور مرسل کا یہ فرق اکثر ائمہ اصول کے نزدیک اگرچہ درست ہے لیکن بعض محدثین اسے ایک ہی معنی پر محمول کرتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ سیوطیؒ نے صراحت کی ہے۔ امام دارقطنیؒ کا شمار بھی ان ہی اصحاب فکر میں ہوتا ہے۔ مولانا محمد حسین نزاریؒ علامہ نوویؒ سے نقل فرماتے ہیں۔

” و بلحاظہمیں معنی ابو زرعة رازی و ابو حاتم و دارقطنی و بیہقی اطلاق مرسل بر منقطع کرده اند و ابو داؤد و مراسل ہمہ من اصطلح رفته و ہمچنین بخاری و بعض مواضع صحیح خود... الخ“

اسی طرح علامہ الجزائری رقمطراز ہیں۔

” وقد اطلق الموسل علی المنقطع من ائمة الحدیث“

تصحیح النظر شرح شرح تہذیب الفکر

ابوزرعة وابوحاتم والدارقطني، لہ  
 یابن وجہ جب امام دارقطنیؒ کی یہی اصطلاح ہے تو اعتراض کی قطعاً  
 گنجائش نہیں۔

حسن کی مثال اسٹن ص ۱۲۷ میں ایک حدیث کی سندوں بیان  
 کرتے ہیں

ثنا محمد بن اسماعیل الفارسی ثنا یحییٰ بن عثمان  
 بن صالح ثنا اسحاق بن ابراہیم حدثنی عمرو بن الحارث  
 حدثنی عبد اللہ بن سالم عن الزبیدی حدثنی الزہری  
 عن ابی سلمة وسعيد عن ابی ہريرة قال کان النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من قراءة ام القرآن  
 رفع صوته وقال امین

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "ہذا اسناد حسن"  
 صحیح کی مثال اسی باب میں ایک جگہ ایک روایت کی سندوں نقل  
 کرتے ہیں :-

حدثنا عبد اللہ بن جعفر بن خثیش ثنا الحسن بن  
 احمد بن ابی شعیب ثنا محمد بن سلمة عن ابی عبد الرحیم  
 عن زید بن ابی انیسۃ عن ابی اسحاق عن عبد الجبار



بن وائل عن ابيه قال صليت خلف رسول الله صلى  
الله عليه وسلم قال فلما قال ولا الضالين قال  
امين مد بها صوته

اس کے بعد فرماتے ہیں "هذا اسناد صحيح"

منکر کی مثال | حدثنا محمد بن مخلدنا احمد بن اسحاق  
بن صالح الوذان ثنا اسحاق بن موسى

الاضاري ثنا عاصم بن عبد العزيز عن ابي سهيل  
عن عون عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه  
وسلم قال يكفينا قراءة الامام خافت او قرأ - قال  
ابوموسی قلت لاحمد بن حنبل في حديث ابن عباس  
هذا في القراءة - فقال هذا منكرو

الغرض اسی طرح امام دارقطنی نے اکثر مقامات پر حدیث کے ضعیف  
ثنا، مرسل، منکر، حسن یا صحیح ہونے کی صراحت کی ہے جس سے ان کے علم و  
فضل اور علم سے گہرے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان کی  
سنن کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"والدارقطنی صنف سننہ لیدکر فیہا غرائب السنن  
وهو في الغالب يبين حال ما رواه وهو على الناس بذلك

لہ الرد علی المکرری ص ۲۰

یعنی انہوں نے سنن اس لیے تصنیف کی ہے کہ غرائب کا ذکر کر  
اور اکثر اوقات ان کی حالت بھی ذکر کر دیتے ہیں اس لئے کہ وہ اس  
فق کو خوب جانتے تھے۔

بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تحریر سے مدلول ہوتا ہے کہ سنن  
دارقطنی صحاح ستہ کے علاوہ روایات کو جمع کرنے کے لئے ثابت  
کی گئی ہے تاکہ باقی ماندہ فقہی روایات کے طرق اور ان پر فتنی گفتگو  
ایک جگہ پر مدون ہو جائیں۔ چنانچہ سالہ تسعینہ میں لکھتے ہیں

و ابوالحسن مع تمام امامتہ فی الحدیث فانہ انما صنف  
ہذہ السنن لیکر فیہا الاحادیث المستعصریۃ فی الفقہ  
ویجمع طرقہا فانہا ہی الیٰتی یمتاج فیہا الیٰ مثلاً

یہاں ہم اس بات کی وضاحت ضروری خیال کرتے ہیں کہ شیخ الاسلام  
کے الفاظ "غرائب السنن" وغیرہ سے یہ مرکز ثابت نہیں ہوتا کہ اس میں  
موضوع روایات کو امام دارقطنی نے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ بعض احباب  
نے سمجھا ہے لیکن ایسا نہیں بلکہ ان کی مراد وہ روایات ہیں جو صحاح ستہ  
سے خارج ہیں۔ اس کی مثال بیرونی سمجھیں کہ امام دارقطنی نے کتاب الوتر  
میں ایک روایت حضرت ابو ہریرہؓ کے واسطے سے یوں نقل کی ہے  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا توتروا بشادات اوتروا

لے فتاویٰ شیخ الاسلام ص ۲۵ ج ۵ طبع قادیان

بخمس اور بسبب ولا تشبهوا بصلاة المغرب لے

تو یہ روایت ان الفاظ سے اصول ستہ میں مذکور نہیں لیکن اس کے تمام راوی ثقہ میں جیسا کہ انہوں نے صراحت بھی کی ہے تو ایسی روایات کو ہی عزائم السنن سے موسوم کیا گیا ہے اور اصول حدیث کا یہ قانون مسلم ہے کہ ہر غریب روایت ضعیف نہیں ہوتی سنن دارقطنی کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ امام دارقطنی ایسا اوقات ایک راوی پر جرح کرتے ہیں حالانکہ وہ جرح مرحوم ہوتی ہے۔ ائمہ جرح و تعدیل کے اقوال میں اختلاف اور اس میں راجح پہلو ایک علیحدہ امر ہے ہم یہاں امام دارقطنی کی جرح جرح کا ذکر کرنا چاہتے ہیں اس کی نوعیت یہ ہے کہ ایسا اوقات وہ کسی راوی کو عدم معرفت کی بنا پر مجہول کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ مجہول نہیں ہوتا جس کی دو مثالیں ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

۱، باب زکوٰۃ الحلی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو حدیث بواسطہ محمد بن عمرو بن عطاء عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد مروی ہے اسے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

”محمد بن عطاء مجہول“

لیکن ان کا یہاں محمد بن عطاء کو مجہول کہنا صحیح نہیں۔ محمد بن عطاء

سے مراد یہاں محمد بن عمرو بن عطاء ہیں راوی نے جیب سے واوا کی طرف منسوب کیا تو امام دارقطنی نے اس کو ایک دوسرا راوی تھیال کرتے ہوئے مجہول کہہ دیا۔ محدث ڈیا فومی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں

قال البيهقي في المصرفة وهو محمد بن عمرو بن عطاء لكنه لما نسب الى جده لا فطن الدارقطني انه مجہول وليس كذلك

امام دارقطنی کی متابعت میں حافظ عبدالحق نے بھی "احکام" میں اسے مجہول کہا ہے۔ لیکن عاقظ ابن القطان نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے

”جیب سنن کی سند میں محمد کو واوا کی طرف منسوب کیا گیا تو تو دارقطنی اسے پہچان نہ سکے تو اسے مجہول کہہ دیا اور عبدالحق نے انہی کی متابعت میں اسے مجہول کہہ ڈالا حالانکہ محمد بن عمرو بن عطاء ثقافت سے ہیں“

۲۔ اسی طرح باب ذکر قولہ صلی اللہ علیہ وسلم

”من كان له امام فقرأتة الامام له قراءة“

میں حضرت جابر بن عبد اللہ کی جو روایت بواسطہ ”عبد اللہ بن شہاد“ عن ابی الولید عن جابر“ نقل کی ہے اسے ذکر کرنے کے فرماتے ہیں

”ابو الولید مجہول“

حالانکہ یہ صحیح نہیں ابو الولید عبد اللہ بن شہاد ہی کی کنیت ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب کتاب الکنی لادولابی اور رجال کی دوسری

کتابوں میں ہے۔ امام عاکمؒ اس روایت کو اسی سند سے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

قال ابو عبد الله عبد الله بن شداد هو بنقيد ابو الوليد  
ومن تهاون لمعرفة الاسامي اورثه مثل هذا الوهم لے  
لیکن اس قسم کے سہواور عدم معرفت کی بنا پر امام وار قطنیؒ کی  
رقعت نشان اور علوم مرتبت پر کسی قسم کا حرف نہیں آتا اس قسم کے امور  
کو اگر یا صحت طعن قرار دیا جائے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات  
بایرکات کے علاوہ کسی انسان کو بھی اس قسم کے تہاہل سے بری الذمہ  
قرار نہیں دیا جاسکتا۔

امام وار قطنیؒ "سنن" میں

بعض کتب صحاح سے مقابل

جیسا اوقات ائمہ ستہ سے  
روایت بیان کرتے ہوتے ان کی کتاب اور اس روایت کے الفاظ  
و غیرہ میں یا ہم اتفاق یا اختلاف کو بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً کتاب  
الصیام میں حضرت ابن عمرؓ کی جو روایت یواسطہ مالک عن نافع باین  
الفاظ مروی ہے :-

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تصوموا حتى تروا الهلال

اسے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں

"هو في الموطأ عن نافع وابن دينار عن ابن عمر"

معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۶۶ - ۱۶۸

یعنی موطا میں یہ روایت تافع اور ابن دینار عن ابن عمر کے  
 واسطے سے مروی ہے جس سے وہ گویا یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تافع  
 کی متابعت ابن دینار نے بھی کی ہے یہ علیحدہ بات ہے کہ امام مالک  
 نے ابن دینار کی روایت کو موطا میں علیحدہ بیان کیا ہے۔ اسی طرح  
 چند روایات کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ کی جو روایت بواسطہ  
 آدم ثنا شعبہ ثنا محمد بن زیاد، نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں  
 ”فان غبی علیکم لستہر فعدوا ثلاثین یعنی عدوا شعبان ثلاثین“  
 اس روایت کو ذکر کرتے کے بعد فرماتے ہیں ”یہ روایت صحیح  
 ہے اور آدم نے شعبہ سے اسی طرح بیان کیا ہے اور امام بخاری نے یہ  
 میں آدم عن شعبہ ہی کے واسطے سے اسے یوں بیان کیا ہے  
 ”فعدوا شعبان ثلاثین“ اور درمیان میں یہی کلمات نہیں کہا تو  
 پہاں امام دارقطنی صحیح بخاری اور سنن کی اس روایت میں ایک  
 یا ایک فرق بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ”فعدوا شعبان ثلاثین“  
 کے الفاظ دراصل راوی کی تفسیر ہے نہ کہ یہ الفاظ ہیں مرفوع ہیں  
 لیکن امام بخاری نے اسے مرفوع ہی ذکر کر دیا ہے جس سے امام  
 دارقطنی کی دقت نظر اور جو دست بیع کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے  
 محدث ڈیانوی احمد اللہ سے اس اعتراض والزام کا جو جواب  
 ”التعلیق النعتی“ میں دیا ہے، اہل علم کے لیے اسکی طرف مراجعت  
 ضروری ہے تاہم ہم یہ ضرور کہیں گے کہ ”فعدوا شعبان ثلاثین“

کے الفاظ میں رفع و عدم رفع کا سوال نہیں جیسا کہ "اللیق المنی" کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ ان کے مدارج ہونے کا ہے کہ امام بخاری نے اس کے مدارج ہونے کی صراحت نہیں کی جس سے آدم کی روایت میں یہ جملہ مرفوع معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ راوی کی تفسیر ہے جیسا کہ سنن دارقطنی میں مرفوعہ مروی ہے لہذا یہ کہ آدم کبھی نواسے بطور تفسیر ذکر کرتے ہوں اور کبھی بغیر تفسیر کے یعنی اسے مرفوعاً ہی ذکر کرتے ہوں

سنن دارقطنی کے مطالعہ کے دوران ہمیں بعض دیگر کتب حدیث کے ساتھ اس کی احادیث کے معارضہ و مقابلہ کے وقت ہی ہیں ایک اہم چیز نظر آتی ہے ہم اصحاب ذوق کے لئے ذکر و بیان ہائیت ضروری خیال کرتے ہیں۔

چنانچہ باب ذکر الركوع والسجود وما یجزی فیہما کے تحت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت بواسطہ "یثید بن یارون اناسیری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل مروی ہے اس کے ذکر کرنے کے بعد امام دارقطنی فرماتے ہیں: لم یجدت بہ عن عاصم بن کلیب غیر شریک وشریک لیس بالقوی فیما یفرد بہ واللہ اعلم

سنن دارقطنی ص ۳۵۴ ج ۱ طبع جدید

یعنی عامم سے روایت کرنے میں شریک منقرو ہے اور وہ قوی نہیں  
 جبکہ وہ منقرو ہے۔ اسی طرح اس روایت پر کلام کرتے ہوئے امام ترمذی  
 فرماتے ہیں :-

لا تعرف احد رواة شيرشريك<sup>۱</sup> لہ

لیکن "زوالہ ابن حبان" میں بھی روایت یزید بن مارون کے  
 طریق سے بواسطہ اسرائیل بن عمار عن عامم بن کلیب عن ربیعہ عن وائل<sup>۲</sup>  
 مروی ہے لہ

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنی اور امام ترمذی کا یہ کہنا کہ  
 شریک بن عبد اللہ انحصی "اس روایت میں منقرو ہے صحیح نہیں بلکہ  
 اسکی متابعت اسرائیل سے ثابت ہے۔ لیکن ہمیں اس متابعت کے  
 ثبوت میں نظر ہے کیونکہ عامم بن کلیب کے تلامذہ میں اسرائیل نامی کسی  
 شاگرد کا نام کتب رجال میں نہیں نظر نہیں آیا اور نہ ہی اسرائیل کے  
 مشائخ میں عامم بن کلیب کہیں نظر آتے ہیں واللہ اعلم  
 یہی نہیں بلکہ صحیح ابن حبان، اکا ایک خطی نسخہ حضرت پیر محبوب<sup>۳</sup> اللہ  
 دامت برکاتہم کے کتب خانہ میں موجود ہے جس میں عامم بن کلیب

۱ لہ ترمذی مع الخفہ ص ۲۲۸ ج ۱ لہ موارد النظم ص ۱۳۲



کا شاگرد شریک ہی مذکور ہے جو اس بات کا بیہوش ثبوت ہے کہ  
 کہ موارد انظمان کے نسخہ میں تصحیف ہے اور امام دارقطنی اور  
 امام ترمذی کا یہ قول کہ شریک اس میں مفروض ہے یہی صحیح ہے۔  
 واللہ توالیٰ اعلم۔

سنن دارقطنی کے مطابق  
**ائمہ سلمہ سے طریق روایت** سے معلوم ہوتا ہے کہ  
 امام دارقطنی "ائمہ" صحاح ستہ کے ایک واسطہ سے شاگرد ہیں۔  
 چنانچہ وہ امام بخاری سے بواسطہ الحسین بن اسماعیل، احمد بن یحییٰ  
 اور محمد بن یارون۔ امام مسلم سے بواسطہ محمد بن مخلد۔ امام نسائی سے  
 بواسطہ حسن بن ابی قریب المعدل اور محمد بن القاسم ابو بکر۔ اور امام  
 ابوداؤد کو بواسطہ محمد بن یحییٰ بن مروان، محمد بن مخلد اور اسماعیل  
 بن محمد بن الصغار روایت کرتے ہیں۔

اب ہم آخر میں سنن دارقطنی کی طبع جدید و قدیم کے متعلق اس  
 بات کی وضاحت ضروری خیال کرتے ہیں کہ طبع جدید سے ناشرین  
 نے اس کی تصحیح کا التزام نہیں کیا۔ طبع قدیم میں حاشیہ پر جو  
 نسخوں کا اختلاف ذکر کیا گیا تھا۔ اس کا بھی قطعاً اہتمام نہیں کیا۔  
 جس سے یہاں وقت متن کی عبارت میں عجیب الجھاؤ پیدا ہو  
 گیا ہے۔ سنن دارقطنی طبع جدید کا مطالعہ کرتے ہوئے ان امور

کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ہمارے سامنے اسکی متعدد مثالیں  
ہیں تاہم صرف ایک کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں چنانچہ

باب الفقهية في الصلوة وعللها

کے تحت امام دارقطنیؒ ایک جگہ ابوالعالیہ کی روایت پر تنقید  
کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كان اربعة يصدقون من حديثهم ولا يباون

همن يسمعون الحديث الحسن والبالعالية و

حميد بن هلال قال الشيخ ولم يذكر الرابع

بعينه حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب ص ۳۵۳ میں حمید بن ہلال کے ترجمہ

میں یہ صراحت کی ہے کہ شیخ نے تین کا ذکر تو کیا ہے لیکن چوتھے

راوی کا نام نہیں لیا۔ البتہ سنن کے بعض نسخوں میں داؤد بن ابی ہند

کا نام ملتا ہے۔

اسی طرح عدت وایانویؒ نے سنن طبع قدیم کے حاشیہ پر سنن

کی علامت ذکر کرتے ہوئے چوتھے راوی کا نام داؤد بن ابی ہند

تیلایا ہے لیکن طبع جدید میں داؤد بن ابی ہند کو متن میں ذکر

کرنے کے ساتھ ساتھ درمذکورہ المذکور الرابع کے الفاظ بھی

جوں کے توں رہنے دیئے ہیں جس سے ناظرین اندازہ لگا سکتے

ہیں کہ طبع جدید کے ناشرین نے اسکی تصحیح کا کس قدر

اہتمام کیا ہے۔

## حدیث قلتین اور سنن دارقطنی

سنن دارقطنی کے  
بعض مقامات خصوصاً

کے حامل ہیں جن میں ایک مقام "حدیث قلتین" کے جملہ طرق کی وضاحت ہے۔ امام دارقطنی کے علاوہ اگرچہ دیگر محدثین نے بھی متعدد طرق سے اس روایت کو نقل کیا ہے، تاہم اس کے صحیح طرق کا جو استیصال امام دارقطنی نے کیا ہے کس دوسری کتاب میں اس کا ملنا مشکل ہے۔ اسی بناء پر متاخرین نے اس سلسلہ میں جس قدر اجازت قلمبند کی ہیں وہ کسی بھی صورتاً امام دارقطنی کی سنن سے مستغنی نہیں ہو سکے۔ اور اس ایک حدیث کے بیان کرنے میں امام دارقطنی کی ثقافت اور قوت حافظہ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں

حدیث قلتین کی اسناد کا بڑی کثرت سے احاطہ کیا ہے پتا پتہ اس کی چونکہ اسناد کا ذکر کی ہیں۔ ازاں جملہ نو اسناد سے یہ الفاظ منقول ہیں "اذا كان الماء اربعين قلة"۔ اور ان میں سے اول جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے اور ان اسناد کی تصدیق بھی کی ہے۔ باقی ابن عمر سے مروی ہے اور ان میں بھی بعض روایا ہیں تو ان میں سے بعض الفاظ واقع ہیں اور بعض میں "لم یخسده بشئ" آیا ہے۔ رہے دوسرے ۵۰ طرق جن میں ایک ابو ہریرہ سے واسطہ ہے اور وہ اس حدیث

کو ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں۔

”ما بلغ من قلتین فما فوقها ذالک لم یجسہ شیء“  
 اور دوسرا ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ اس حدیث کو  
 ان الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔

”اذا کان الماء قلتین فصاعداً لم یجسہ شیء“

اور باقی ابن عمرؓ سے مروی ہیں۔ جن میں بعض روایات  
 تو اس طرح پر ہیں ”عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم“  
 اور بعض ”عن ابن عمر عن ابیہ“ اور دونوں میں یہی لفظ ہے  
 اذا کان الماء قلتین حاصل یہ کہ سب امور ان کی قوت  
 حافظہ اور استیفاء پر دلالت کرتے ہیں“ لہ

حدیث تلتین کے علاوہ بھی اگر سنن کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے  
 تو اس قسم کے متعدد مقامات نظر آتے ہیں۔ جہاں انہوں نے اسانید  
 کو کافی حد تک جمع کرنے اور اختلاف روایات کی وضاحت کرنے  
 میں بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔ جن میں سے حدیث  
 ”من کان له امام فقرأه الامام له قراءة“ حدیث القراءة  
 ”بسم اللہ“ اور حدیث ”القہقمة فی الصلوات“ خصوصاً  
 قابلِ مطالعہ ہیں۔

لئے بستان المحدثین ص ۲۷

امام دارقطنی کی دوسری اہم کتاب  
 (۲) کتاب العلل :- کتاب العلل ہے علم حدیث کی

مختلف انواع میں اسی نوع یعنی "معرفة العلل" کا علم سب سے اجل و  
 اشرف اور انتہائی مشکل ہے جس میں راوی کے ضعف ہونے کی بنا پر  
 تو کلام نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسا اوقات ایک حدیث سند کے اعتبار سے

صحیح ہوتی ہے لیکن اس میں بعض ایسے خفی عیوب ہوتے ہیں جن  
 کی بنا پر وہ روایت ورجحہ اعتبار سے ساقط ہوتی ہے اور اسی قسم کے  
 علم کا نام معرفة العلل ہے۔ مغل حدیث کی تعریف میں علماء نے

لکھا ہے کہ جس میں کسی ایسی علت کا پتہ چلے جس سے حدیث میں  
 قدرے وارو ہو جاتی ہے۔ اگرچہ وہ حدیث بظاہر ضعف سے سالم نظر  
 آتی ہو محدثین اس کا نام معلول بھی رکھتے ہیں جو اعلیٰ فعل

ماضی سے اسم مفعول ہے اسی لئے بعض نے کہا ہے کہ بہتر یہ ہے  
 اسے لغتاً فعل، ایک نام سے پڑھا جائے

حافظ ابن حجر "حدیث معلول کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں  
 "هو من اعم من انواع الحدیث وادقها ولا یقوم بہ

الامن رزقہ اللہ تعالیٰ فہما ثاقبا وحفظا واسعا"  
 ومعرفة تامتجمراتب الرواة ومملكة قوية بالاسناد

والمتون" لہ  
 خطیب بغدادی فرماتے کہ اس نوع کی مثال درہم کی سی ہے کہ

ان میں درہم کھرے بھی ہوتے ہیں اور کھوٹے بھی۔ لیکن ان کی حقیقت کو ایک کامیاب جوہری ہی پاسکتا ہے۔ اسی طرح علم حدیث کی مثال ہے ان میں بعض احادیث ضعیف ہوتی ہیں۔ بعض صحیح اور بعض میں علت غامضہ ہوتی ہے لیکن اس کا پتہ وہی شخص لگا سکتا ہے جسے اس فن میں مہارت تامہ میسر ہو بلکہ بعض اہل علم نے تو اس فن کو دھبی یا الہامی بھی کہا ہے اور یہی وہ خازن وار وادی ہے جس میں ہر شخص قدم نہیں رکھ سکتا بلکہ جسے قدرت الہی نے اپنے خصوصی فیضان سے فہم ثاقب اور حفظ واسع سے نواز ہو وہی اس وادی میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ "محدثین کی تلیل جماعت نے اس پر قلم اٹھایا ہے"۔

و دیگر اصحاب علیل :- ہم یہاں ان محدثین کرام کا ذکر سبب خیال کرتے ہیں جنہوں نے اس فن پر کتابیں لکھی ہیں تاکہ ان کی اور امام دارقطنیؒ کی "العلل" میں فرق واضح ہو سکے۔

۱۔ امام علی بن عبدیمنہؒ امام بخاری کے استاذ ہیں اور اس فن پر غالباً سب سے پہلے انہوں نے ہی کتاب لکھی ہے امام ابو حاتم فرماتے ہیں

"کان ابن المدینی علماً فی معرفة الحدیث والعلل" ۱

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۵ ج ۲ تہذیب التہذیب ص ۳۵ ج ۴

۲۱) امام محمد بن اسماعیل بخاری م ۲۵۸ھ تقریباً ۸۰۰ھ تقریباً التہذیب  
 میں حافظ ابن حجر نے انہیں حافظ دنیا کے لقب سے یاد کیا  
 ہے علل حدیث میں ہیں قذرا نہیں عبور حاصل تھا اس کا اندازہ  
 احمد بن محمد بن حرون کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ  
 میں نے ایک عینارہ میں امام بخاری کو دیکھا کہ محمد بن یحییٰ زہری  
 ان سے اسما اور علل حدیث کے متعلق سوال کرتے تھے تو وہ  
 اس طرح جواب دیتے جاتے جیسا کہ "قل هو اللہ احد" پر ظہور  
 رہے ہیں۔

جامع ترمذی کے بعض نسخوں میں امام ترمذی کا یہ قول ملتا ہے  
 "لم ادا احداً بالعراق ولا بخرسان فی معنی العذل والتاریخ و  
 معرفۃ الاساتید کبیراً احداً اعلیٰ من محمد بن اسماعیل" کے  
 الغرض امام بخاری کا اس فن میں ماہر ہونا کسی بھی صاحب علم  
 سے مخفی نہیں۔ لیکن حافظ مسلم بن قاسم اندلسی م ۳۵۰ھ کا خیال  
 ہے کہ امام بخاری کو "اعل" میں جو مقام حاصل ہے وہ دراصل ان کی  
 اپنی کوشش و سعی کا ثمرہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے  
 استاذ علی بن المدینی کی کتاب "اعل" کو ان کے کہیں چلے جانے  
 کے دوران ان کے صاحب ناوے کو مال کی طبع و سے کرایہ دن

۱۰ ہدی الساری ۲ تحفۃ الاحوذی ص ۳۸۷ ج ۲

کے لئے حاصل کی اور وہ کتابوں سے لکھوائی۔ جب علی بن المدینی سفر سے واپس آئے تو اس فن پر جب وہ گفتگو کرنے لگے تو امام بخاری نے اس کتاب کی عبارتوں کو اپنی طرف سے علی بن المدینی کے سامنے پیش کیا تو وہ اس معاملہ کو سمجھ گئے۔ اور سنت رنجیدہ ہوئے بالآخر اسی ربیع و الم میں انتقال فرما گئے۔ امام بخاریؒ اس کتاب کا ہدف ان سے مستغنی ہوتے اور خراسان جا کر "الصحیح" کی تصنیف میں مشغول ہو گئے۔

لیکن یہ مسلمہ کی سراسر بدگمانی ہے جو خلاف واقعہ ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں امام بخاریؒ کے ترجمہ میں ان کا یہ اعتراض نقل کر کے لکھا ہے

«وانها غيبة عن الرد لظهور فسادها وحسبك انها بلا اسناد وان البخاري لمامات علي كان مقيما ببلاده والعلل لابن المديني قد سمعها منه غيره واحد غير البخاري فلو كان ضئيلا بمالم يجرهما الي غير ذلك من وجوه البطلان لهذه الاخلاقه والله الموفق»

حافظ ابن حجر کے اس جواب سے گو ہمیں اتفاق ہے کہ مسلمہ بن قاسم نے اس قصہ کی کوئی سند پیش نہیں کی لیکن سند تو کیا خود



مسلم کی حالت یہ ہے کہ اندس کے رہنے والوں نے اسے کذاب تک کہا ہے۔ حافظ ابن حجر ۴ لکھتے ہیں۔

كان القوم بالاندلس يتعاملون عليه وربما كذبوه و  
سئل القاضي محمد بن يحيى بن مفرج عنه فقال لم يكن  
كذابا ولكن كان ضعيفا العقل وقال ابو جعفر المالقي في نظر  
حافظ وبيئته ان كان ذكر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

مسلم بن قاسم القرطبي كان في المستغري الاموي ضعيفا  
انذا اس جیسے ضعیف بلکہ کذاب اور ضعیف العقل راوی کی بے  
سند بات کو معتبر قرار دے کر امام بخاری کی عدالت و امانت کو داند  
کرنا انصاف کے نگلے پر پھری چلانے کے مترادف ہے۔

ان کی دلیل کا ایک جز حال ہی  
میں طبع ہوا ہے جو تین سو سے

زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر حبیبی صاحب نے ذکر کیا ہے کہ  
اس کا مخطوطہ مکتبہ ظاہریہ میں موجود ہے لیکن اس کا حجم انتہائی  
تھوڑا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں۔

مخطوط الظاہریہ مجموع ۴۰ وهو عبارة عن ۲۳ ورقة  
من القطع الصغير مضموم الى مجلد يشتمل على عدة رسائل  
تبلغ ۳۲۵ ورقة مخطوط مختلفة ۳

۱۔ لسان المیزان ص ۳۵ ج ۲ ۲۔ میزان الاعتدال ص ۳۵ ج ۳  
۳۔ علوم الحدیث ص ۱۸۷

ظاہر ہے کہ کتاب "العلل" کا یہ مخطوطہ ناقص ہے

(۴) امام ابو زرعمہ: اپنے زمانہ کے کبار حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہوتا ہے "العلل" پر کتابوں کا ذکر کرنے والوں نے ان کی کنیت ہی نقل کرنے پر اکتفا کی ہے۔ حالانکہ ابو زرعمہ نامی دس ایسے محدث ہیں جن کا شمار حفاظ حدیث میں ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں :-

- ۱) ابو زرعمہ المصری حیوۃ بن شریح م ۱۵۸ھ
- ۲) ابو زرعمہ دمشقی عبدالرحمن بن عمرو م ۲۸۱ھ
- ۳) ابو زرعمہ رازی احمد بن حسین م ۳۷۵ھ
- ۴) ابو زرعمہ الرازی عبید اللہ بن عبد الکریم م ۲۶۴ھ و قتل ۲۶۸ھ
- ۵) ابو زرعمہ الاسراہادی احمد بن بندار بن محمد م ۳۸۲ھ
- ۶) ابو زرعمہ دمشقی محمد بن عبد اللہ بن عبد اللہ م ۳۶۰ھ
- ۷) ابو زرعمہ الرازی روح بن محمد م ۲۲۳ھ
- ۸) ابو زرعمہ الکنتشی محمد بن یوسف البحر جانی م ۳۹۰ھ
- ۹) ابو زرعمہ الیمنی محمد بن ابراہیم م ۳۳۵ھ
- ۱۰) ابو زرعمہ البحر جانی احمد بن حمید الصیدلانی۔ یہ امام یحیی القطان کے تلامذہ سے ہیں۔ تذکرہ نویسوں نے ان کا سن و وفات ذکر نہیں کیا۔ یہ ہیں وہ دس حفاظ حدیث جو ابو زرعمہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے علل حدیث کا نام پر کون تھا کس نے اس موضوع

پر کتاب لکھی ہے۔ تو ان کے تراجم جلد متداول کتب کے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس فن کے ماہران میں سے دو بزرگ ہوئے ہیں۔  
 ۱۔ ابو زرعه الجرجانی احمد بن حمید۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں:۔  
 "حافظ عارف بالعلل" ہے

۲۔ ابو زرعه الدمشقی عبدالرحمن بن عمرو  
 ابو زرعه عبدالرحمن بن عمرو کے ترجمہ میں اگرچہ حافظ ذہبی حافظ ابن حجر  
 ابن کثیر اور ابن العاد وغیرہ نے تصریح نہیں کی کہ انہوں نے اس فن پر  
 کتاب لکھی یا وہ علل کے حافظ تھے۔ تاہم حاجی خلیفہ نے "کتاب العلل"  
 انہی کی طرف منسوب کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

"کتاب العلل لابی زرعه عبدالرحمن بن عمرو الضبی" ہے  
 اور یہی بات قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ابن ابی حاتم نے جو  
 العلل پر کتاب لکھی ہے وہ دراصل امام ابو زرعه اور اپنے والد محترم  
 امام ابو حاتم سے اسلہ کے جوابات پر مشتمل ہے اور ابو زرعه الدمشقی عبدالرحمن  
 بن عمرو کے تلامذہ میں ابن ابی حاتم کا شمار بھی کیا گیا ہے۔ جو اس بات کا  
 قرینہ ہے کہ انہوں نے اپنی العلل میں استفادہ ابو زرعه الدمشقی مذکور ہی  
 سے کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہاں یہ بات یقیناً قاعدہ سے خالی نہ ہوگی کہ ابو زرعه کی نسبت

میں اصحاب تراجم نے اختلاف کیا ہے۔ حاجی خلیفہ سے ہم نقل کر آئے ہیں کہ وہ النصیبی کی طرف مشرب ہیں۔ لیکن حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب ابن العجاؤ نے شذرات المذہب اور حافظ عبد الغنی نے مشتمہ المذہب میں النصیری ذکر کیا ہے اور علامہ سمعانی نے انساب اور حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں النصیری لکھا ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیر نے البدایہ اور علامہ ذہبی نے العبرین البصری نقل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یعقوب بن شیبہ السدوسی البصری <sup>۲۶۲</sup> ۸۷۵ھ

حافظ ابن حجر نے شرح نخبة الفکر اور صحیح صالح نے ان کا نام یعقوب بن ابی شیبہ لکھا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ شرح نخبة الفکر میں شاید کاتب سے سہو ہو گیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر موصوف نے اسے جول کا توں رہنے دیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر اصحاب تراجم نے یعقوب بن شیبہ ہی لکھا ہے۔ حافظ ذہبی رقمطراز ہیں :-

«یعقوب بن شیبہ السدوسی البصری الحافظ

الاعلام وصاحب المسند المجلد الذی ما صنف

احد اکبر منہ ولم یتمہ»

علامہ الجزائری کا خیال ہے کہ یہ کتاب اگر مکمل ہو جاتی تو دوسرے

جلدوں پر مشتمل ہوتی۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

لہ البصری خبر من خبر من ۲۵ ج ۲ شذرات المذہب ص ۱۲۷ ج ۲

” انہ الفہام سنداً معللاً غیر انہ لم یتم ولو تم لکان  
فی نحو ما تلی مجلد والذی تم منہ ہو سند  
العشرۃ والعباس وابن مسعود وعتبة بنت  
عزوان والبعض المعوالی وعمار“ لہ

علامہ عراقی نے بھی شرح الفقیہ میں اس کی اہمیت کو سراہا ہے اور  
الازہری سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض شیوخ سے سنا  
کہ یعقوب بن شیبہ کی ایک جلد جس میں حضرت ابو ہریرہ کی سند  
روایات مزوی ہیں وہ ایک سوا جزا پر مشتمل ہے جس سے ان کی  
کتاب کی جامعیت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۶) امام ابو حاتم رازی <sup>رحمہ اللہ</sup> کا نام محمد بن اور  
ہے مشہور حفاظ حدیث

میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں  
” احد ائمة الحفاظ الاثبات العارفين بعلم الحدیث  
والجرح والتعدیل“ لہ

(۷) امام عبد الرحمن بن ابی حاتم <sup>رحمہ اللہ</sup>

یہ امام ابو حاتم مذکور کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کتاب کا ذکر کر

لہ توجیہ النظر ص ۳۲۶ ۲ فتح المنیث للعراقی ص ۹۶ ج ۳

لہ البیہ ص ۵۹ ج ۱۱

ہوئے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

«لہ کتاب العلل المصنفة المرتبة علی ابواب الفقہ»

بعض اہل علم نے تو ان کی کتاب کو حسن ترتیب کے اعتبار سے "العلل للدارقطنی" پر ترجیح دی ہے۔ چنانچہ علامہ الجزائری فرماتے ہیں۔

«کتاب العلل للما فظ ابی الحسن علی بن عسوال الدارقطنی

خمیس مجلدات وسطی اطلعت علیہ قرایتہ جم الفوائد

الادان کتاب العلل لابن ابی حاتم احسن ترتیباً واقرب

لاستفادة الناس منه» ۲

امام ابن ابی حاتم کی یہ کتاب دو جلدوں میں نو سو سے زائد صفحات پر

مشمول ہے۔ فاضل محمد نصیف رئیس جدہ کی کوشش سے مصر سے شائع

ہو چکی ہے۔ اگر اس کا تفصیلی اندکس ہوتا تو افادیت کو مزید چار چاند لگ

جاتے ہیں۔ حافظ ابن ابی حاتم نے اس میں تین ہزار معطل احادیث ذکر کی

ہیں جو دراصل ان اسلہ و اجوبہ پر موقوف ہیں جو انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے

والد محترم اور امام ابو زرہ رحمہما اللہ سے کئے تھے۔

علامہ الکتابی نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن عبد البر نے اس کی شرح

لکھنا شروع کی تھی لیکن وہ اسے مکمل نہیں کر سکے ۳

۱۔ البدایہ ص ۱۹۱ ج ۱۱ ۲۔ مقدمہ کتاب العلل لابن ابی حاتم ص ۱

۳۔ الرسالة المستطرفہ ص ۱۲۲

۱۔ امام مسلم بن حجاج القشیری <sup>۲۶۱ھ</sup> امام بخاری کے مشہور شاگرد اور صحیح مسلم

کے مصنف ہیں۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس فن پر سب سے پہلے انہوں نے یہی کتاب لکھی ہے۔ چنانچہ محب الدین الخطیب کتاب العلل لابن ابی حاتم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :-

” اول من صنف فیہ ما تعلم الامام مسلم بن حجاج

القشیری صاحب الجامع الصحیح ” ۱

لیکن ان کا یہ خیال محل نظر ہے۔

۲۔ امام ابو علیؒ الترمذی <sup>۲۷۹ھ</sup> کی العلل میں دو کتابیں ہیں ایک علل صغیر جو جامع ترمذی

کے آخر میں ملتی ہے اور دوسری علل کبیر۔ محدث مبارک پوری فرماتے ہیں

” فیہ معظم النقل عن شیخہ البخاری ” ۲

مؤخرین میں حافظ ابن رجب <sup>۷۵ھ</sup> نے اس کی شرح لکھی ہے

جس کے متعلق علامہ کوثریؒ کا خیال ہے کہ

” عزیز العلم جلیل القوائد جم النقل الشارحة

لا یستغنی عنہ من یعنی بالعلل ومصطلح الحدیث ” ۳

۱۔ مقدمہ کتاب العلل ص ۱ ۲۔ تحفۃ الاحوذی ص

۳۔ تعلیق لحظ الاحفاظ ص ۱۸۲

(۱۰) حافظ زکریا بن یحییٰ البصری الساجی رحمۃ اللہ علیہ۔  
حافظ ذہبی نے ان کی کتاب العلل کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ہے۔  
”لہ کتاب جلیل فی علل الحدیث یدل علی تجرہ فی

هذا الفن“ لے

۱۱۔ ابو بکر الاثرم :-

ان کا نام احمد بن محمد بن ہانی ہے۔ امام احمد کے ارشد تلامذہ میں  
ان کا شمار ہوتا ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں  
”لہ کتاب فی العلل“ لے

۱۲۔ ابو علی حسین بن علی الیسا پوری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ الکتانی نے ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ حافظ ابو بکر احمد بن محمد الخلال رحمۃ اللہ علیہ

حنبل ملک کے ولداوہ تھے۔ بلکہ ثقہ حنبلی کو مرتب کرنے میں ان کا

بڑا عمل دخل ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں :-

”مولف علم احمد وجامعہ ومرتبی“

حافظ ذہبی نے ان کی کتاب العلل کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے :-

”وصنف کتاب العلل فی عدة مجلدات“ لے

لے تذکرۃ الحفاظ ص ۲۵۰ ج ۲ الرسالہ ص ۱۲۲ لے تذکرۃ الحفاظ ص ۱۳۵ ج ۲

لے تذکرۃ الحفاظ ص ۷ ج ۳۔ الرسالہ ص ۱۲۲



۱۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری م ۲۵۰ھ

ان کا مختصر تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ علامہ الکنانی نے ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔

۱۵۔ عمرو بن القلاس م ۲۶۹ھ

یہ امام ابو زرعه اور ابو حاتم کے استاد ہیں حافظ ابن حجر نے ان کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

”وقد صنف المستند والعلل والتاریخ“ لے

۱۶۔ ابو علی حسن بن محمد الزجانی۔ ان کی کتاب کا ذکر حاجی خلیفہ نے کیا ہے ۲

۱۷۔ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن عمار الموصلی م ۲۲۲ھ

نے بھی العلل پر ایک کتاب لکھی ہے۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے :-

”لہ کتاب کبیر فی الرجال والعلل“

یزید اللزومی فرماتے ہیں کہ ”الموصلی“ کو حدیث و علل کا فہم حاصل تھا ۳

۱۸۔ عبد اللہ بن ابو علی السخی م ۲۹۲ھ

حافظ ذہبی نے ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔

”وصنف کتاب لعل و کتاب التاریخ“ لے

۱۔ تہذیب التہذیب ص ۸۱ ج ۸ لے کشف الظنون ص ۱۶۰ ج ۲

۳۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۷۱ ج ۲ لے ایضاً ص ۲۳۳ ج ۲

متقدمین میں سے جن اہل علم و فضل نے العلل جیسے مشکل و ادق فن پر کتابیں  
 لکھی ہیں ان میں سے اکثر کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔ ان کے علاوہ متاخرین نے  
 بھی اس فن پر طبع آزمائی کی ہے لیکن ان تمام میں حافظ ابن جوزی م ۷۹۵ھ  
 اور حافظ ابن حجر کی کتابیں تمام سے جامع ہیں۔

حافظ ابن جوزی کی کتاب کا نام "العلل المتناہیہ فی الاحادیث  
 الواہیہ" ہے لیکن اس میں انہوں نے جا بجا ٹھوکریں کھائی ہیں۔ جیسا کہ علامہ  
 الکتانی نے لکھا ہے لے

اور حافظ ابن حجر کی کتاب کا نام "الزہر المطول فی الخبر المحول"

## علل حدیث میں العلل للدارقطنی کی اہمیت :-

العلل کے موضوع پر اگرچہ متعدد اہل علم نے کتابیں لکھی ہیں لیکن  
 ان تمام میں امام دارقطنی کی علل بمنزلہ آفتاب ہے اور اس کے مقابلہ میں  
 دیگر کتب ستاروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ علامہ بلقینی کا خیال ہے  
 کہ علل میں ابن ہبیب، ابن ابی عامر اور الخلال نے کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن  
 تمام سے جامع کتاب امام دارقطنی کی ہے لے

امام حمیدی اللاندسی م ۸۵۸ھ صاحب الجمع بین الصحیحین "فرماتے ہیں۔  
 کہ علم حدیث کے طالب علموں کو تین فنون پر بالخصوص مہارت حاصل ہونی چاہیے

(۱) الحلل - اس فن پر سب سے بہترین کتاب امام دارقطنی کی ہے۔

(۲) الموقلت والمختلف - اس میں سب سے بہترین کتاب امیر ابن ماکولاً کی ہے۔

(۳) شیوخ کی وفات کا علم - لیکن اس پر کوئی جامع کتاب نہیں۔ میرا اپنا ارادہ ہے کہ اس فن پر ایک جامع کتاب لکھوں گا۔ امیر ابن ماکولاً نے مجھے کہا ہے کہ اس کی ترتیب سنیں اور حروف تہجی کے مطابق رکھنا۔

ابن طرخان جو امام حمیدی کے تلامذہ سے ہیں فرماتے ہیں کہ امام حمیدی "جمع بین الصحیحین" میں اس قدر مشغول ہوئے کہ وہ اس فن پر کچھ لکھ نہ سکے۔

حافظ ذہبی اس قصہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ میں نے امیر ابن ماکولاً کے اس اشارہ کو قبول کیا اور اسی ترتیب سے تاریخ اسلام کو مرتب کیا۔ علامہ ذہبی نے ان کی کتاب کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے :-

"ان شئت ان تبین براعتہ هذا الامام فطالع الحلل  
له فانك تندھش ويطول تعجبك" ۱۷  
حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :-

وقد جمع ازقة ما ذکونا کله الحافظ الکبیر والحسن  
الدارقطنی فی کتابہ فی ذلک وهو من اجل کتب بل  
اجل ما رأینا وضع فی هذا الفن لم یسبق الی مثله

۱۷ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۹ ج ۲ - الرسالہ ص ۲۱۲، تدریب الراوی ص ۵۰۵ - الاعلان بالعلوم  
ص ۳۳۵ ۱۷ تذکرہ ص ۱۸۹ - ج ۳

وقد اعجز من يريد ان ياتي بجده فرجه الله واكرم

مشواه" لے

الذکور صحیحی صالح فرماتے ہیں۔

"ان لابی الحسن دارقطنی کتابا جلیلا فی هذا الباب

واعجز به من یرید ان یاتی بجدہ" لے

یعنی اس فن پر امام دارقطنیؒ کی کتاب جلیل القدر ہے اور ان کے

بعد جو بھی اس فن پر لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ اس کی نظیر پیش کرنے سے

عاجز ہے جس سے اس کی جامعیت و افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہی

وجہ ہے کہ محدثین نے حدیث کے طالب علم کے آداب میں شمار کیا ہے کہ وہ امام

احمدؒ اور امام دارقطنیؒ کی علل پر حاوی ہو لے

امام دارقطنیؒ کی یہ کتاب علامہ الکتانیؒ کی تصریح کے مطابق بارہ جلدوں

پر مشتمل ہے لے لیکن زرکلی کا خیال ہے کہ یہ تین جلدوں میں ہے اور علامہ

الجزائریؒ کا قول ابھی ہم ذکر کرتے ہیں کہ یہ پانچ مبسوط جلدوں میں ہے۔

بہر حال یہ کتاب اس فن پر اپنی نظیر آپ ہے۔ اور یہ اختلاف جلدوں کے

چھوٹی بڑی ہونے پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

لے الباعث المحیث لے علوم الحدیث ص ۱۸۷ لے تدریب الراوی ص ۳۵۲

لے الرسالہ ص ۱۲۲ حاشیہ تدریب الراوی ص ۳۵۲

لے الاعلام ص ۱۳۰ ج ۵

علامہ سخاوی نے اس کا اختصار بھی کیا ہے جس کا نام "بلوغ الابل" ہے  
 امام دارقطنی کی کتاب کا مکمل نام "العلل الواردة فی الاحادیث النبویہ"  
 ہے جو دارالکتب المصریہ قسم حدیث رقم ۳۹۲ میں موجود ہے۔ لیکن اس کے  
 چند اوراق دیکھ خوردم ہیں۔

محدث مبارک پوری نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر کے  
 ہاتھ کا لکھا ہوا اس کا ایک کامل نسخہ جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہے  
 ہندوستان میں اس کا ایک ناقص نسخہ بانکی پور لائبریری میں موجود  
 ہے جو تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ ثانی، ثالث، خامس، ثانی کا نسخہ قدیم  
 سن کتابت تقریباً ۸۰ھ اور خط نسخ ہے۔ جو ۳۲۰ اوراق پر  
 مشتمل ہے۔ اور ہر صفحہ میں ۳۵ سطر ہیں۔ جزو ثالث کا سن کتابت  
 تقریباً ۱۳۰ھ ہے خط نسخ ہے۔ اس میں ۳۶۰ اوراق ہیں اور ہر صفحہ  
 میں ۲۳ سطر ہیں۔ جزو خامس کا سن کتابت تقریباً وہی ہے جو ثالث کا  
 اس میں ۲۶۹ اوراق ہیں اور ہر صفحہ میں ۲۳ سطر ہیں گے

جناب سیدی و مرشدی مولانا محمد عطار اللہ صاحب حنیف مدظلہ العالی  
 سے پتہ چلا ہے کہ "العلل" کا ایک ناقص نسخہ جناب پیر محب اللہ شاہ صاحب  
 پیرچنڈا درگاہ شریف حیدرآباد سندھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۱۔ ایضاً المکتون ۱۷۰ فہرست دارالکتب المصریہ ص ۱۳۱ ج ۱۔

۲۔ مقدمہ تحفۃ الامجدی ص ۱۶۶ لکھ مجلہ برہان دسمبر ۱۹۵۷ء

اس وقت العلل للدارقطنی کا جو نسخہ موجود ہے وہ ان کے شاگرد  
رشید ابو بکر البرقانی کا جمع کردہ ہے۔ امام دارقطنیؒ اپنے حلف سے امدار  
کرواتے اور یہ لکھتے جاتے تھے۔

چنانچہ برقانیؒ فرماتے ہیں کہ ابو منصور بن الکرخی کا ارادہ تھا کہ وہ  
معلل احادیث پر مشتمل ایک مسند لکھیں۔ وہ اپنی بیاض امام دارقطنیؒ  
کو دیتے تو وہ معلل احادیث کی نشاندہی کر دیتے پھر ابو منصورؒ وہ بیاض  
کاتبوں کے حوالہ کر دیتے تو وہ امام دارقطنیؒ کی رقم شدہ احادیث کو علیحدہ  
لکھ دیتے اور جب وہ امام دارقطنیؒ سے اس پر تعلیق کا ارادہ کرتے تو  
امام موصوف ایک دفعہ اس مسودہ کو دیکھ لیتے اور حاقظہ سے ان احادیث  
کی علل کا ذکر کرتے جاتے اور وہ لکھتے جاتے۔ پھر ابو منصورؒ فوت ہو گئے  
اور وہ اسے مرتب نہ کر سکے۔ البتہ وہ کاغذات ویسے ہی محفوظ تھے۔ میں  
دو سال بعد امام دارقطنیؒ سے اجازت چاہی کہ مجھے ان اوراق کو جمع  
کرنے اور مستقل ترتیب دینے کی اجازت ہے؟ تو انہوں نے اسے قبول  
فرمایا۔ پھر میں نے اس کی قرآۃ بھی ان پر کی اور اس کے بعد لوگوں نے اسے  
میری سند سے نقل کر لیا ہے۔

علامہ ترمذیؒ اور بعض دوسرے علماء  
نے اس کا ذکر الاستندراک والنتیجہ

کے نام سے بھی کیا جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی کتاب ہے  
لیکن بعض اہل علم نے اسے دو علیحدہ تصانیف قرار دیا ہے۔ جن کا سبب  
شاید نسخوں کے اختلاف پر موقوف ہے۔ کیونکہ بعض نسخوں میں تو کتاب التبیح  
کو علیحدہ ذکر کیا گیا ہے اور بعض میں اسے الزامات کے ساتھ ہی ملا دیا ہے  
چنانچہ کتاب الزامات والتبیح کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے اس میں کتاب  
التبیح کے ابتداء میں لکھا ہے:-

هذا الكتاب في بعض النسخ يوجد منفردا مترجما

عنه بهذه الترجمة وفي النسخة المسموعة على

السلفي مضموم مع الزامات التي قبله في جزء

واحد ذكر الزامات اولاً ثم ذكر هذا بعدھا

على سياقه من غير افراد بترجمة انتہی

یہی نہیں بلکہ حافظ ابوبکر محمد بن خیر الاموی الاشیلی نے فرست

ما رواه عن شیوخہ من اللدواوین المصنفۃ فی ضروب

العلم والذواع المعارف میں انہیں دو علیحدہ کتابیں شمار کیا ہے۔

اور یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

علامہ الکنانی فرماتے ہیں کہ کتاب الزامات میں انہوں نے ایسی روایات

کو جمع کیا ہے جو صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں۔ لیکن صحیحین میں وہ مذکور

نہیں۔ لیکن کتاب الزام ویکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ الزامات کا یہ سلسلہ

صرف اسی پر موقوف نہیں بلکہ انہوں نے ایسی روایات کی نشان دہی بھی کی ہے

جن میں صحابی سے صرف ایک ہی راوی روایت کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سے وہ گویا امام حاکم کے نظریہ کی تردید کرنا چاہتے ہیں۔ اصول حدیث کی کتابوں میں شروط بخاری و مسلم کا ذکر کرتے ہوئے ائمہ فن نے امام حاکم کی طرف اس شرط کی نسبت کی ہے کہ "حدیث ایسے صحابی سے منقول ہو جو مجہول العین نہ ہو یعنی اس سے دوراوی روایت کرنے والے ہوں۔"

امام حاکم کی اس شرط پر علمائے فن نے تعاقب کیا ہے لیکن حافظ سیوطی نے "تذریب الراوی" میں ان کے اس قول کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ "اس صحابی سے یا راوی سے اس کے دو شاگرد روایت کرنے والے ہوں عام اس سے کہ اس روایت میں وہ اکبلا ہو۔" یعنی ان کی شرط مطلق جہالت عین کے برابر ہونے کی ہے۔

اس توجیہ سے گو ہمیں اتفاق ہے لیکن امام حاکم کی عبارت اس تاویل کی متحمل نہیں چنانچہ وہ "المتدرک کتاب الطب" میں حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

قال الحاکم رضی اللہ عنہ قد ذکرنا من طرق هذا الحدیث اقل من النصف فانی تتبعنا من اتفق شیخنا رضی اللہ عنہما علی الحجۃ فی الصحیح وبقی فی کتابی اکثر من النصف لیتأمل طالب هذا العلم ویلزم مثل هذا الحدیث علی اشہادہ وکثرة رواۃ ہاتھ لانه لا یوجد له عن الصحابی الا تابعی واحد مقبول ثقۃ



قال لی ابوالحسن بن عمر الخافظ رحمہ اللہ لعم اسقطا  
 حدیث اسامہ بن شریک من الکتابین قلت  
 لانہما لم یجد لاسامہ بن شریک راویا غیر زیاد  
 بن علاقہ فحدثنی ابوالحسن رضی اللہ عنہ وکتبہ  
 لی بخطہ قال قد اخرج البخاری رحمہ اللہ عن یحییٰ  
 بن حماد عن ابی عوانہ عن بیان بن بشر عن قیس  
 بن ابی حاتم عن مرداس الاسلمی رضی اللہ عنہ عن  
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال یدہب لصاحب  
 اسلاف الحدیث ولین لمرداس راو غیر قیس الخ  
 اس کے بعد امام حاکم نے امام دارقطنی کے اس کلام سے اس قسم کی  
 مزید پانچ احادیث کی نشان دہی کی ہے جن میں صحابی سے روایت کرنے  
 والا صرف ایک تابعی ہی ہوتا ہے۔ امام حاکم کی یہ ساری کلام جہاں علامہ  
 سیوطی کی مذکورہ توجیہ کے خلاف ہے وہاں اس بات کی بھی غمازی کرتی ہے  
 کہ امام حاکم کا کسی وقت یہ نظر یہ تھا کہ صحابی سے روایت کرنے والے دو  
 تابعی کا ہونا صحیحین کی شرط میں سے ہے لیکن امام دارقطنی سے جب اس  
 اس سلسلہ میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا۔ یہی  
 وجہ ہے کہ امام حاکم نے امام دارقطنی کے جواب پر بالکل سکوت اختیار کیا ہے  
 واللہ اعلم

۱۱۲ المستدرک للحاکم ص ۲۰۱ ج ۲

عین ممکن ہے کہ کتاب اللزومات میں جو امام دارقطنی نے اس قسم کی روایات کو ذکر کیا ہے جن کی تحدواتیں کے قریب سے تو اس سے مقصود امام حاکم کے مذکورہ نظریہ کا ابطال ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہی کتاب التبیح تو اس میں صحیحین کی ان روایات کو صحیح کیا ہے جن میں کسی قسم کی علت وغیرہ پائی جاتی ہے۔ اگر وہ علت معقول سے تو فیہا۔ ورنہ اس کا جواب ذکر کر دیتے ہیں۔ یعنی کتاب التبیح میں صرف معلول روایات کو جمع کرنا ہی ان کا مقصد نہیں بلکہ انہوں نے اس کتاب میں ایسی روایات کو بھی ذکر کیا ہے جن میں فی الجملہ کوئی علت ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ علت، علت قادمہ بھی ہو چنانچہ وہ کتاب مذکورہ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

و ذکر احادیث معلولہ اشتمل علیہا کتاب البخاری و

مسلم و احادیث علیہا و الصواب منها

لہذا اس کتاب کو محض معلول روایات کا مجموعہ قرار دینا صحیح نہیں جس کی ایک مثال ذکر کرنے پر ہم یہاں اکتفا کرتے ہیں۔

امام دارقطنی کتاب التبیح میں مسند عمر کے تحت فرماتے ہیں۔

وانفقنا علی الخراج حدیث ابی عثمان کتب الینا عذر

فی الحزیر الامونع اصبعین وهذا لم یسعه ابو عثمان

وهو کاتبه وهو حجة فی قبول الاجازة

امام موصوف نے یہاں جن روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ صحیح بخاری

میں کتاب اللباس باب لبس الحزیر الخ کے تحت اس سند سے مذکور ہے

حدثنا آدم حدثنا شعبة حدثنا قتادة قال سمعت  
ابا عثمان النهدي اذ انا كتاب عمرو بن مع عتبة بن فزارة الخ  
تو اس روایت کو امام دارقطنی نے کتاب التتبع میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ  
ابو عثمان کا سماع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ لیکن ساتھ ہی  
یہ بھی کہا ہے کہ اجازہ میں یہ روایت حجت سے حافظ ابن حجر اسی روایت  
کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

قد نبه الدارقطني على ان هذا الحديث اصل في  
جواز الرواية بالكتابة عند الشيخين قال ذلك بعد  
ان استدركه عليهما وفي ذلك رجوع منه عن  
الاستدراك عليه - والله اعلم بلك انتهى

اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ کتاب التتبع میں امام  
دارقطنی کا مقصود محض روایات کو جمع کرنا نہیں ورنہ اس روایت کو  
ذکر کرنے کی کوئی مقبول علت نظر نہیں آتی۔ ہمارے اس خیال کی تائید  
امام دارقطنی کی کتاب العلل سے بھی ہوتی ہے۔ کہیں کہ اسمیں انہوں نے کئی  
ایک ایسی روایات کو صحیح کہا ہے۔ جنہیں فی الجملہ کتاب التتبع میں ذکر کیا ہے۔  
مترم مولانا فیض الرحمن الثوری مدظلہ العالی سے جب اس سلسلہ میں میری  
گفتگو ہوئی تو انہوں نے میرے اس خیال کی تائید کرتے ہوئے کتاب العلل کی متعدد

امثلہ لکھ بھیجیں جسکے لیے میرا نکامنون ہوں۔ یہاں ضروری ہے کہ ناظرین بھی اس  
 کی چند امثلہ ملاحظہ فرمائیں۔  
 دا: "کتاب التبیح" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے متعلق فرماتے  
 ہیں: "وخرج مسلم حدیث الزہری عن ابی الطفیل عن  
 عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ  
 یرفع بالقران اقواما وقد خالفہ حبیب عن  
 ابی الطفیل عن عمر قوله"

صحیح مسلم کی یہ روایت کتاب فضائل القرآن ص ۲۷۲ ج ۱ میں ہے۔ امام  
 دارقطنی کے اس کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہاں صحیح مسلم کی  
 مرفوع روایت پر تنقید کی، حالانکہ جب ہم ان کی کتاب العلی کی مراجعت کرتے ہیں  
 تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ صحیح مسلم کی اسی مرفوع روایت کو ہی صحیح قرار دیتے ہیں  
 چنانچہ فرماتے ہیں:-

حدیث الزہری هو الصواب

یعنی زہری نے اسے مرفوع ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

(۲) اسی طرح صحیحین کی ایک روایت جو بطریق عمرو عن طاوس عن ابن  
 عباس عن عمر متصل مروی ہے۔ اس کے متعلق کتاب التبیح میں  
 فرماتے ہیں:-

لہ بخاری ص ۲۹۶ ج ۱۔ مسلم ص ۲۳ ج ۲

”وارسلہ حماد بن زید عن عمرو عن طاووس عن  
 عمر كذا لك قال الوليد عن حنظلة عن طاووس  
 عن عمر۔ واللہ اعلم

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف یہاں اس متصل روایت پر  
 تنقید کر رہے ہیں حالانکہ کتاب الععل میں متصل روایت کو ہی صحیح قرار دیا  
 ہے۔ ان کے الفاظ ہیں

” قول روح بن القاسم وابن عیینة هو الصواب  
 لانهما حافظان ثقتان “

یعنی روح اور ابن عیینہ نے عمرو سے جو اسے متصل ذکر کیا ہے تو  
 یہ متصل روایت ہی صحیح ہے۔

ہم یہاں دو مسئلہ کے ذکر کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں ورنہ اس کی متعدد  
 مسئلہ مولانا فیض الرحمن الثوری نے ہیں لکھ بھیجی تھیں۔ جزاء ہم اللہ تعالیٰ  
 جس سے گویا یہ بات صاف ہو گئی کہ ”کتاب التتبع“ محض معلول روایات کا مجموعہ  
 نہیں بلکہ وہ ایسی روایات کو بھی لائے ہیں جو بظاہر معلول نظر آتی ہیں حالانکہ وہ  
 معلول نہیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب التتبع کو گو امام دارقطنی نے مسانید کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب کیا  
 ہے لیکن کہیں کہیں اس کا التزام صحیح نہیں ہو سکا۔

علامہ نووی کے قول کے مطابق جن احادیث پر امام دارقطنی نے تنقید  
 کی ہے ان کی تعداد دو سو سے لیکن حافظ ابن حجر نے ان کی تعداد ۸۸ بیان

کی ہے جن میں سے ۱۱۰ احادیث صحیح بخاری کی ہیں۔ ممکن ہے کہ امام نووی نے اکثریت کا لحاظ رکھتے ہوئے دوسروں کی تعداد کا ذکر کیا ہو۔  
امام دارقطنی کے اعتراضات متعدد نوعیت کے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر درج ذیل ہے۔

۱۔ بسا اوقات انہوں نے ایسی احادیث پر تنقید کی ہے جن میں بعض راوی اپنے دوسرے ساتھی سے اسناد میں زیادہ ذکر کرتے ہیں اور بعض کم ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً امام بخاری نے کتاب الجہاد ص ۲۳۲ احادیث مسلم نے ص ۲۵ ج ۱ میں ایک حدیث ابن جریج کے واسطے سے اس سند سے نقل کی ہے :-

ابن جریر عن الزہری عن عبد الرحمن بن عبد اللہ  
عن ابیہ وعمہ عبید اللہ بن کعب عن کعب ان رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الخ  
امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ اس سند میں ابن جریج نے زہری اور کعب کے درمیان عبد الرحمن بن ابیہ اور عبید اللہ بن کعب کا واسطہ ذکر کیا ہے۔ لیکن معمر اور عقیل امام زہری سے عبد الرحمن بن کعب عن ابیہ کا واسطہ ہی ذکر کرتے ہیں۔ یعنی عبید اللہ کا ذکر نہیں کرتے۔  
(۲) بعض روایات اس قسم کی ہیں کہ جنہیں بعض ثقافت نے زیادتی متن سے

بیان کیا ہے مثلاً امام بخاری نے کتاب العتق ص ۲۳ ج ۱ میں قنادہ کے واسطے سے ایک حدیث کی سندوں میں بیان کیا ہے :-

”قنادة عن المنصور بن ابي عن بشير بن نعيك عن ابي هريرة من اعشق“ الحدیث

امام مسلم نے بھی اسی سند سے اس روایت کو صحیح ص ۲۹ ج ۱ میں نقل کیا ہے امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ابن عربہ اور جریر بن حازم تو اس روایت میں الاستسعاء کا لفظ قنادہ سے ذکر کرتے ہیں لیکن شبہ اور ہتھام ر نے قنادہ سے یہ لفظ ذکر نہیں کیا۔

الغرض اس قسم کے متعدد وجوہ کی بنا پر انہوں نے صحیحین کی روایات پر تنقید کی ہے جنہیں حافظ ابن حجر نے ”ہدی الساری“ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی نے ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ”مقدمہ شرح بخاری“ میں لکھا ہے کہ یہ تمام اعتراضات بعض محدثین کے قواعد ضعیفہ پر مشتمل ہیں جو کہ جمہور ائمہ اصول کے خلاف ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں :-

”هذا الاستدلال مبنی علی قواعد بعض المحدثین

ضعیفة جدا مخالفة لما علیہ الجمهور من اهل

الفقه والاصول وغيرهم فلا یعتبر به“ لہ

اور مقدمہ ”المترجم“ میں کہا ہے کہ ان تمام یا اکثر روایات کا جواب

علمائے دیار نے لیکن حافظ ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی کے اعتراضات بالکلیہ قواعد ضعیفہ پر مشتمل نہیں۔ اور بعض ایسے اعتراضات بھی ہیں جن کا تسلی بخش جواب نہیں دیا جاسکا۔  
کتاب الازامات والاتباع اس وقت ہمارے سامنے ہے جسے سرسری نظر دیکھنے سے ہمیں حافظ ابن حجر کا موقف صحیح معلوم ہوتا ہے۔ جن کی ایک دو اشکاء ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) صحیح مسلم "باب ما یفعل بالہدی اذا عطب فی الطريق" میں حضرت ابن عباس سے ایک روایت اس سند سے مذکور ہے۔

حدیثنا سنعد عن قتادۃ عن سنان بن سلمۃ عن ابن عباس کہ  
انام دارقطنی اس روایت پر تہمت کرتے ہوئے کتاب الازامات میں لکھتے ہیں۔

"اس روایت کو بخاری نے ذکر نہیں کیا۔ نیز سنان سے روایت کرتے ہیں

قتادہ منفرد ہیں۔ مزید یہ کہ قتادہ کا سنان سے سماع بھی ثابت نہیں۔" ۲  
اسی طرح علامہ زیلعی نے "تخریج ہدایہ" میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد ابن ابی فہیمہ سے نقل کیا ہے۔

"سمعت یحیی بن معین یقول قتادۃ لمریدک سنان

بن سلمۃ ولم یسمع منہ شیئا" ۳

۲ ۱۰۰ ص ۲۰۰ ۳ ۲۲۷ ج ۱

۳ کتاب الازامات واتباع ۱۶۲ ج ۳



امام دارقطنی کا یہ اعتراض جہاں "قوا عدوتیہ" کے مطابق ہے وہاں اس قدر  
 وزنی ہے کہ اس کا کوئی معقول جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اور زیادہ سے زیادہ  
 جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ یہ کہ امام مسلم نے اس حدیث کی اور اسناد بھی ذکر کی ہیں۔  
 اور اسے متابعت لائے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اسی طرح "باب ما کان من الدنہی من اکل لحوم الاضاحی" میں  
 پہلی روایت کی سندیوں سے۔

« حد ثنا عبد الجبار بن العلاء قال نا سفیان قال نا الزہری  
 عن ابی عبدید قال شہدت الصید مع علی بن ابی طالب لے  
 امام دارقطنی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے لکھلے یہ روایت کو مستصحیح  
 ہے لیکن بواسطہ سفیان بن علی بن عیینہ اس کا مرفوع ہونا محل نظر ہے۔ کیونکہ یہ  
 عبد الجبار کا وہم ہے اور اس کے دوسرے ساتھی حمیدی، علی بن مدینی،  
 القعنبی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابن ابی شیبہ، ابن ابی عمرو،  
 قتیبہ، ابو عیینہ اور دیگر محدثین رحمہم اللہ نے اسے ابن علی بن عیینہ سے موقوف  
 ذکر کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔

واحتمل ان یکون خفی علی مسلم ان ابن علی بن عیینہ یرویہ  
 موقوفا لانه لعلہ لم یقع عنده الا من روايته  
 عبد الجبار لے۔

یعنی امام مسلم کو شاید یہ روایت ابن عیینہ کے واسطے سے عبد الجبار سے  
 ہی پہنچی ہے جسے مرفوع ذکر کرنے میں ان سے غلطی ہو گئی ہے۔

ظاہر بات ہے کہ نفس الامر میں صحیح مسلم پر یہ اعتراض صحیح ہے یہی وجہ ہے  
 کہ علامہ نووی نے بھی اس اعتراض کو ذکر کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔  
 الغرض امام نووی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا کہ امام دارقطنی کے تمام اعتراضات  
 بعض محدثین کے قواعد ضعیفہ پر مشتمل ہیں درست معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ حافظ ابن  
 حجر ہی کی رائے ہمیں صائب نظر آتی ہے۔ واللہ اعلم۔

کتاب المنہج اور صحیح بخاری | علمائے محققین کے نزدیک یہ بات  
 تسلیم شدہ ہے کہ کتاب اللہ کے بعد

صحیح بخاری ہی کا نام اولیت کی حیثیت رکھتا ہے۔ کلام اللہ کے بعد اس کتاب کے  
 ساتھ علمائے امت نے جس قدر بحث و تمحیص اور اس کی تشریح و توضیح سے  
 کام لیا۔ اس قدر کسی دوسری کتاب کی خدمت نہیں کی گئی۔ ہر صاحب اپنے ذوق  
 سلیم کے مطابق اسے موضوع سخن بنایا۔ اگر کسی نے بحث پر بحث کی تو دوسرے نے  
 الفاظ کے اعراب وغیرہ پر غامہ فرسانی کی۔ کسی نے تراجم ابواب اور استنباط مسائل  
 کو عنوان بنایا۔ تو کسی نے رجال کو موضوع بحث بنایا۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون  
 میں تقریباً ۸۲ شروح کا ذکر کیا ہے۔ الغرض صحیح بخاری کے ہر ہر لفظ و نقطہ  
 پر بحث کی گئی اور اس کا کوئی گوشہ بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔

ان ہی میں سے بعض علمائے ربانیوں نے ایسے بھی ہو گئے ہیں جنہوں نے صحیح  
 بخاری کے ادہام و غلطی کے اظہار کو موضوع بحث بنایا چنانچہ ابو مسعود الدمشقی م ۳۸۰ھ

نے صحیحین پر استدراک لکھا۔ اسی طرح ابو علی الغسانی الجبالی نے اپنی تصنیف  
تفسیر المہمل میں اس پر استدراک کیا۔ جو اکثر و بیشتر روایت پر مبنی ہے۔ علامہ عبدالرحمن  
بن سراج الدین عمر بن علی بلقی م ۸۲۲ھ نے "الاقسام بما وقع فی البخاری  
من الایہام" لکھی۔ ضبط اسماء پر علامہ عبدالنعیمی بن احمد البحرانی اشافعی نے  
"قوتہ العین فی ضبط اسماء رجال الصحیحین" لکھی۔ بلکہ بعض نے تو  
صحیحین کے صحابہ اور تابعین تک کو مستقل تصانیف میں جمع کیا۔

لیکن ہم یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں ابو مسعود الدمشقی اور  
ابو علی جبالی وغیرہ نے اس سلسلہ میں امام دارقطنی ہی کی اقتدار کی ہے بلکہ ان کے  
الزامات میں وہ جان نہیں جو امام دارقطنی کے الزامات میں ہے۔ جیسا کہ  
ہدی الساری کے اس باب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے جس میں حافظ ابن حجر  
نے ان تمام کا جواب دیا ہے جس کا مطالعہ صاحب ذوق کے لئے بڑا مفید ہے۔  
البتہ ان کے ان الزامات و استدراک کے متعلق علامہ کی جو آراء ہیں ان کا ذکر  
نہایت ضروری ہے۔ علامہ انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں۔

ثم ان الدارقطنی تتبع علی البخاری فی ازید من مائة  
مواضع ولم يستطع ان يتكلم الا في الاسانيد بالوصل  
والارسال غير موضع واحد وهو اذا جاء احدكم  
والامام يحظب فليصل ركعتين وليتجاوز فيهما فانه  
تكلم فيه مما يتعلق بحال المتن ووجهه ان الدارقطنی  
يتمشي على القواعد المهددة عندهم فينازعه من

القواعد و شان البخاری ارفع من ذلك فانه يمشي  
 على اجتهاده و ينظر الى خصوص المقام و شهادة  
 الوحيدان واقما القواعد لغير الممارس على حد  
 التحديد للمعوم فيما لا يرد به التحديد من الشارع  
 و رتبها اعلى من الكل بعد اختلاف يسير بينهما له  
 يعني دارقطنی نے گوئی سے زائد احادیث پر ثقات کیسے مگر بجز ایک  
 کے سب کا تعلق اسناد سے اور وہ حدیث یہ ہے "اذا جاء احدكم  
 والامام يخطب" اس کی وجہ یہ ہے کہ دارقطنی "محدثین کے قواعد کو پیش نظر  
 رکھتے ہوئے کلام کرتے ہیں مگر بخاری کی شان اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ  
 اپنی بصیرت و اجتهاد کو دلیل راہ بناتے ہیں۔ قواعد نو عوام کی خاطر غیر محدود  
 کو محدود کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور بخاری مسلم کا مرتبہ ان سے کہیں اونچا  
 ہے۔ اگرچہ دونوں میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے"

بایں ہمہ امام دارقطنی کے اس نقد کا اثر صحیح بخاری پر یہ ہوا کہ وہ  
 روایات مقطوع بالصحت نہ رہیں اور نہ ہی ان روایات سے علم یقینی حاصل  
 ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تلقی بالقبول پر اجماع نہ رہا تو وہ مقطوع بالصحة بھی  
 نہ رہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری اور امام نووی نے  
 "تقریب" میں صراحت کی ہے۔ حضرت نو اب صلیق حسن خان قنوجی

فرماتے ہیں :-

”ابن الصلاح نے کہا ہے کہ بخاری و مسلم میں جس قدر مستحادثہ

میں ان سے علم یقینی نظری حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ محصور

(اجماع) سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ان سے پہلے محمد بن طاہر مقدسی

اور ابو نصر عبد الرحیم بھی اسی کے قائل تھے۔ اور ابن کثیر نے اسی

کو پسند کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے اہل حدیث اور بہت سے

شواہح و حناہلہ اور احناف کا یہی مسلک نقل کیا ہے لیکن نووی نے

کہا ہے کہ ابن الصلاح کے اس اصول سے محققین اور اکثر علماء نے

اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ غیر متواتر احادیث سے

ظن ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ قول زین الدین کی طرف منسوب کیا ہے

لیکن نووی کہتے ہیں کہ ابن الصلاح نے ان احادیث کو متشی قرار

دیا ہے۔ جن پر بعض اہل نقد جیسے امام دارقطنی نے کلام کیا ہے لہٰذا

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں :-

”امت نے چونکہ بخاری و مسلم دونوں کتابوں کو قبول کیا ہے

اس لیے وہ روایات جو صرف بخاری یا صرف مسلم میں ہیں وہ بھی

قطعاً طور پر صحیح ہونگی۔ سوائے ان چند روایات کے جن پر دارقطنی

اور ان جیسے دوسرے حفاظ نے کلام کیا ہے۔“

رہے وہ اعتراضات تو حافظ ابن حجر نے "ہدی الساری" میں ان کا جواب دیا ہے جسے بخوف طوالت حذف کرنا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔

کتاب اللزومات والفتوح کا ایک نسخہ صوبہ بہار میں مکتبہ علم و حکمت میں ہے اور اس کا ایک نسخہ محترم مولانا فیض الرحمن الثوری (مدس چنی گوٹھ بہار) کے پاس بھی ہے۔ اللہ جل کے خیر عطا فرمائے مولانا موصوف کو جنہوں نے اپنا قیمتی نسخہ مجھے عنایت فرمایا۔ اور میں نے بھی اسے نقل کر لیا۔ سندھ حیدرآباد میں حضرت مولانا دھب اللہ شاہ راشدی اور حضرت مولانا سید محب اللہ دامت برکاتہم کے مکتبہ میں بھی اس کا نسخہ موجود ہے۔

کتاب اللزومات کے راوی ابو طالب محمد بن علی بن الفتح المحرری الزاہد ہیں۔ علامہ ابن خیر نے اپنی فہرست میں اس کا راوی ابو ذر عبد بن احمد المہروی م ۳۳۴ھ ذکر کیا ہے تاہم یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے اس کی تخریج بھی کی ہے جو چاہا جزاء کو محیط ہے۔ کتاب الفتح کے راوی بھی ابو طالب حربی ہیں۔

ابن خیر نے اس کا راوی ابو بکر احمد بن محمد بن غالب الخوارزمی المعروف بالبرقانی ذکر کیا ہے۔ مولانا فیض الرحمن صاحب نے کتاب اللزومات والفتوح دونوں کی تخریج کر دی ہے۔ البتہ اللزومات کے بعض مقامات کی تخریج باقی ہے۔

علامہ کاشمیری رحمۃ اللہ نے مذکورہ الصدر عبارت

میں جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ صحیح بخاری

کتاب التہجد باب ما جاء في التطوع ص ۱۵۶ ج ۱ اور صحیح مسلم ص ۲۸۷

ج ۱ میں ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بھی اس حدیث پر

بحث کرتے ہوئے اس الزام کو متن کی مثال کے ضمن میں پیش کیا ہے۔ لیکن ہم اس بات سے اس حد تک تو متفق ہیں کہ امام دارقطنی نے جو کلام کی ہے وہ فی الجملہ متن سے متعلق ہے۔ رہا یہ پہلو کہ فی الواقعہ کیا انہوں نے اس پر کلام کی ہے تو یہ پہلو محل نظر ہے۔ امام دارقطنی نے جو اس روایت پر بحث کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :-

«اخرجا جميعا عنده (ای جاہل) حدیث شعبہ عن عمرو عن جابر اذا جاء احدكم والامام يخطب قال تابعه روح بن القاسم ابن بزيح عنه رواه ابن جريج وحماد بن زيد وابن عيينة وايوب بن حبيب بن يحيى وورقاء عن عمرو ان رجلا دخل المسجد فقال له اصليت

عاوذا بن جرح "ہذا ہی الساری" میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ امام دارقطنی کی اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ ابن جریج وغیرہ نے اس روایت کو مرسل ذکر کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ حماد بن زید بن عیینہ ابن جریج اور ابن جریج اسے موصول بھی ذکر کرتے ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شعبہ نے ابن جریج وغیرہ کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اس کی روایت عموم کو مقتضی ہے کہ جو بھی مسجد میں آئے دو رکعت پڑھ کر بیٹھے۔ اس کے برعکس اس کے دوسرے ساتھی اسے ایک قصہ کی صورت میں بیان کرتے ہیں۔ لہذا شعبہ کی یہ روایت شاذ ہے لیکن شعبہ اس میں منفرد نہیں

روح بن قاسم سے اس کی متابعت ثابت ہے جسے دارقطنی نے سنن میں ذکر کیا ہے  
 لیکن امام دارقطنی کی کتاب الالتزامات والتبیح کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے  
 اس کی عبارت ہم بھی نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے شعبہ کی متابعت کا خود ذکر  
 کیا ہے لیکن نے حافظ ابن حجر کے پاس اس کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہیں ہے  
 روح بن القاسم کے الفاظ مذکورہ ہوں یا کاتب سے ہو گیا ہو والد علم  
 یہی نہیں بلکہ سنن دارقطنی ص ۱۶۸ ج ۱ میں روح بن القاسم کے  
 واسطے سے جو روایت مذکور ہے اس میں روح نے نہ صرف متن میں شعبہ کی متابعت  
 کی ہے بلکہ اسے متصل بھی ذکر کیا ہے۔

لیکن یہاں یہ سوال ممکن ہے کہ اگر امام دارقطنی کے نزدیک یہ روایت  
 معلول نہیں شعبہ کی متابعت کا ذکر انہوں نے خود کر دیا ہے تو اسے کتاب التبیح  
 میں لائے کیوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے ذکر کرتے ہیں کہ کتاب التبیح  
 میں ان کا اسلوب یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس میں ایسی روایات بھی ذکر  
 کی ہیں جن میں فی الجملہ کوئی علت ہوتی ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ وہ علت  
 علت قاذبہ بھی ہو۔ البتہ ایسی روایات کو ذکر کر کے کبھی خاموش گزر جاتے ہیں  
 یا پھر کبھی اس کی صراحت بھی کر دیتے ہیں جس کی چنداں مشابہت ہم پہلے ذکر کرتے ہیں  
 واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الضعفاء والاشترکین من المحدثین | امام دارقطنی رحمہ اللہ کا تذکرہ  
 کرتے ہوئے تذکرہ

نویسوں نے یہ بات ذکر کی ہے کہ ان کے شاگرد حمزہ السہمی نے ایک مرتبہ عرض



کی کہ آپ ضعفاء پر ایک کتاب لکھ دیں تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے پاس  
ابن عدی کی کتاب "الکامل" نہیں ہے تو اسہمی نے جواب دیا کہ ہاں تو  
امام صاحب نے فرمایا "فیہ کفایۃ لایزید ولا یزاد علیہ" لہ  
جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً وہ ضعفاء پر مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ  
نہیں رکھتے تھے۔ لیکن بعد میں جب اس موضوع پر قلم اٹھایا تو دو مستقل کتابیں  
لکھ دیں جن میں ایک "کتاب الضعفاء والمنزوکین من المحدثین"  
کے نام سے مشہور ہے جس کا کامل نسخہ ابھی تک محفوظ ہے جو کہ استنبول کے  
کتب خانہ میں محفوظ ہے لہ

۶۔ الجرح والتعدیل۔ اسماعیل یاشلے نے ان کی تصانیف کا  
ذکر کرتے ہوئے اس کتاب کا ذکر کیا ہے

اسی طرح حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب ص ۱۸۵ ج ۲ میں بھی اس کا  
ذکر کیا ہے۔

فن جرح و تعدیل اور امام دارقطنی <sup>قطرہ</sup> | علم حدیث کے شعبوں  
میں علم الجرح والتعدیل  
کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جس کا اندازہ امام حاکم کے اس قول سے لگایا  
جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"ھو ثمرۃ ھذا العلم والمرقاۃ الکبیرۃ مندہ" لہ

لہ کشف الظنون ص ۳۸۳ ج ۲ لہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ص ۸۹ ج ۹

لہ معرۃ علوم الحدیث ص ۵۲

بلکہ حافظ ابن حجر نے تو حافظ ابو شامہ سے یہاں تک نقل کیا ہے کہ جو شخص جرح و تعدیل سے واقف نہیں وہ احادیث کا حافظ ہی کیوں نہ ہو اسے محدث نہیں کہا جائے گا۔

امام دارقطنیؒ کو اس فن سے گہرا لگاؤ تھا۔ میزان الاعتدال۔ لسان المیزان تہذیب التہذیب اور رجال کی دوسری کتابوں کا مطالعہ کرنے والے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ راویوں کی قلیل جماعت ہی ایسی ہوگی جن پر امام دارقطنیؒ نے کلام نہ کیا ہو۔ آئمہ فن نے ان کے کلام کو بلا تامل حجت قرار دیا ہے اور ان کی تصحیح و تضعیف پر اعتماد کیا ہے۔ "الرد علی الیکبری" کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی عبارت اس سے قبل گزر چکی ہے کہ جرح و تعدیل میں ان کے کلام کو وہی اہمیت حاصل ہے جو احکام و مسائل میں امام شافعیؒ و امام مالکؒ وغیرہ کی ہے۔

اسی طرح علامہ ابوالفضل زین الدین عراقی شرح الفیۃ الحدیث میں صحیحین کی احادیث کے علاوہ دیگر احادیث کی صحت کا معیار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

فمن این یصرف الصحیح الزائد علی ما فیہا فقال  
(خذہ اذا تنص صحتہ) ای حیث بیض علی صحتہ  
امام معتمد کا بی داؤد والترمذی والنسائی والدارقطنی

لہ النکت لابن حجر

والخطابی والبیهقی فی مصنفاتہم المعتمدۃ" کے  
 اسی طرح حافظ ابن الصلاحؒ نے بھی "علوم الحدیث" میں اسی ضمن  
 میں لکھا ہے کہ "صحیحین کے علاوہ زائد احادیث کی صحت کا معیار یہ ہے  
 کہ ان روایات کی تصحیح آئمہ حدیث مثلاً ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن  
 خزیمہ، دارقطنی وغیرہ کے اقوال سے ہو جو کہ ان کی کتب معتبرہ سے منقول  
 ہوں۔"

جس سے عیاں ہوتا ہے کہ محققین نے امام دارقطنیؒ کی تضعیف و توثیق  
 پر اعتماد کیا۔

حافظ ذہبیؒ نے آئمہ جرح و تعدیل کی تین قسمیں متشدد، متبادل معتدل  
 بیان کرتے ہوئے امام دارقطنیؒ کو معتدل میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔  
 "وقسم معتدل کا حمد والدارقطنی وابن عدی کے  
 حافظ ذہبیؒ کی اس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ امام دارقطنیؒ  
 جرح میں تشدد یا تساہل کے سے الزام سے بری ہیں۔

مگر ہے کہ کسی صاحب بصیرت کو اس بات کا احساس ہو کہ امام ذہبیؒ  
 نے گو انہیں معتدلین میں شمار کیا ہے، لیکن بسا اوقات ان کے تشدد کی بنا پر  
 پر امام ذہبیؒ نے تعجب کا اظہار بھی کیا ہے مثلاً "بدل بن الحبحر" جو کہ  
 صحیح بخاری کا راوی ہے کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:۔

مفتی المعین ص ۱۲۱ کے اعلان بالتویج ص ۳۵۵ والرفع و التکمیل ص ۱۲۵

دروی الحاکم عن ابی الحسن الدارقطنی ضعیف قلت هو  
عجیب فقد قال ابوہاتم ہوارحیح من قہنر و صیان  
وعفان لے

لیکن حافظ دہی کا یہ تعجب صحیح نہیں کیونکہ امام دارقطنی نے اسے علی الاطلاق  
ضعیف نہیں کہا بلکہ ان کی یہ جرح ایک خاص روایت کی بنا پر ہے جسے "بدل"  
نے "زائدہ" سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب"  
اور "بدی الساری" میں تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

ضعفہ الدارقطنی فی روایتہ عن زائدۃ قالہ الحاکم  
وذلك بسبب حدیث واحد خالف فیہ حسین بن  
علی الجعفی صاحب زائدۃ

اور یہ بات ظاہر ہے کہ "زائدہ" کے تلامذہ میں جو مقام "حسین بن علی الجعفی"  
کو حاصل ہے وہ "بدل" کو نہیں۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب  
وغیرہ میں ان کے تراجم سے معلوم ہوتا ہے۔ لہذا حسین کی مخالفت کی وجہ  
سے امام دارقطنی نے اسے ضعیف کیا ہے۔ کہ علی الاطلاق۔ جس کا اعتراف  
حافظ ابن حجر نے ان الفاظ سے کیا ہے۔

"ثقت ثبت الا فی حدیثہ عن زائدۃ من التاسعة" لے  
لیکن اس اعتراف کے باوجود نامعلوم وہ "بدی الساری" میں امام دارقطنی کی

لے میزان الاعتدال ص ۱۲۰ ج ۱ لے تقریب التہذیب ص ۵۸

اس جرح کو تعنت سے تعبیر کیوں کرتے ہیں؟

الغرض امام دارقطنیؒ متشدد نہیں اور نہ ہی متسائل ہیں بلکہ وہ محدثین میں سے ہیں۔ ائمہ فن نے بلا تامل ان کی توثیق و تصنیف پر اعتماد کیا ہے۔

## امام دارقطنیؒ پر اعتراض اور اس کا جواب :-

فن جرح و تعدیل میں جو مقام امام دارقطنیؒ کو حاصل ہے اس کا ذکر ابھی ہم کر آئے ہیں کہ محدثین نے ان کی تصحیح و تصنیف اور جرح و توثیق پر اعتماد کیا ہے۔ اور ان کا شمار ان ائمہ جارحین میں قطعاً نہیں ہوتا جنہیں تشدد یا تسائل سے متصف کیا گیا ہے۔ تاہم علامہ سخاویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن حبانؒ کی طرح وہ بھی مجہول العدالةت کو ثقہ کہتے ہیں۔ ان کے الفاظ ہیں :-

”و عبارة الدارقطني من روى عنه ثقتان فقد ارتفعت

جهالته وثبتت عدالته“ لہ

اس کے بعد انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے اس مسلک کی وضاحت ان کی سنن سے بھی ہوتی ہے جسے انہوں نے ”کتاب الديات“ میں ذکر کیا ہے اور وہ عبارت یہ ہے :-

”وارتفاع اسم الجهالة له عنه ان يروى عنه رجالان

فصاعدا فاذا كان هذه صفة ارتفاع عنه اسم

المجهالة وصارحيند معروفا“ لہ  
 علامہ سخاویؒ کے بعد امام موصوف کی طرف اس مسلک کی نسبت ”الرفع  
 والتکمیل“ قواعد التحدیث“ وغیرہ کتب میں بھی ملتی ہے۔ جو  
 فتح المغیث ہی سے ماخوذ ہے۔

لیکن ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔ حقائق اس کا انکار کرتے ہیں۔ علامہ  
 سخاویؒ نے معلوم نہیں امام دارقطنیؒ کی کس کتاب سے یہ عبارت نقل کی ہے  
 اور پھر اس عبارت کی تائید میں ”کتاب الدیات“ کی جس عبارت کی طرف انہوں  
 نے اشارہ کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہم ابھی نقل کر چکے ہیں۔ اس کا مفہوم تو صرف  
 یہ ہے۔ کہ ”جب دو راوی ایک مجہول (الجبین) سے روایت کریں تو اس  
 سے ”اسم الجہالت“ یعنی جہالت عین مرتفع ہو جاتی ہے“ لیکن اس سے یہ کیونکر  
 ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مجہول الحال ہونا بھی رفع ہو جائے گا۔

یہی نہیں بلکہ ”سنن دارقطنی“ اور فتح المغیث کی عبارت میں تفاوت ہے  
 سنن میں تو ”ان یروی عنہ رجلان“ کے الفاظ ہیں لیکن فتح المغیث  
 میں ”من روى عنه ثقتان“ ہے۔ نیز سنن میں ”ارتفع عنه اسم  
 الجہالت“ کے ہی الفاظ ہیں حالانکہ فتح المغیث میں ”ارتفعت جہالته  
 وثبتت عدالتہ“ کے الفاظ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ”عدالت کے ثبوت“  
 کا ذکر سنن کی عبارت میں کہیں نہیں۔ بلکہ اس میں صرف ”اسم جہالت“

کے اٹھ جانے ہی کا ذکر ہے اور یہی جہور محمد شین کا مسلک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر  
اور دیگر ائمہ اصول حدیث نے ذکر کیا ہے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں۔

”واقئل ما ترفع به الجوهالۃ ان یروی عن الرجل اثنان

فصاعدا من المشہورین . . . نا ابو زکریا یحییٰ بن محمد

بن یحییٰ قال سمعت ابا یقول اذا روی عن المحدث رجلا

ارتفع عنده اسم الجوهالۃ قلت الا انه لا یثبت له حکم

العدالۃ یروا یتقما عنده“

مزید یہ کہ سنن دارقطنی اور کتب جرح و تعدیل کے مطالعہ سے بھی اس

کی تائید ہوتی ہے کیونکہ متعدد روایہ ایسے ہیں جنہیں امام دارقطنی نے مجہول

کہا ہے حالانکہ ان سے روایت کرنے والے دو یا دو سے تائد راوی ہوتے ہیں

جس کی ہم چند امثلہ ہی ذکر کرنے پر کفایت کریں گے۔

(۱) ابو غطفان المری یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ امام دارقطنی نے انہیں

مجہول کہا ہے جیسا کہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے بلکہ حافظ

ابن حجر نے تو یہاں انتہائی تعجب کا اظہار ان الفاظ سے کیا ہے۔

”ویجد هذا الظاهر ان مثل الدارقطنی لا یخفی علیہ

حال المری وقد جزم بان هذا مجہول“

یعنی کس قدر یحیدیات ہے کہ امام دارقطنی جیسی شخصیت پر ابو غطفان المری

(جیسے مشہور راوی) کا حال پوشیدہ نہ ہوتے پر بھی وہ اسے بالجزم مجہول کہتے ہیں

حافظ ابن حجر کا یہ تعجب بلاشبہ صحیح ہے کیونکہ ابو غطفان صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ اور اس پر انہوں نے استدراک بھی کیا ہے۔ پھر امام ابن معین اور نسائی جیسے کبار محدثین نے اسے ثقہ بھی کہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود امام قسطنطینی نے اسے مجہول کہا ہے۔ تو اب ابو غطفان جیسے معروف راوی کو مجہول کہنے کے دوسری معنی ہو سکتے ہیں۔

(۱) یا تو انہیں متقدمین میں سے ابو غطفان کی توثیق کا علم نہیں ہوا اور صرف صحیح مسلم کا راوی ہونے پر اس کی توثیق کو تسلیم بھی نہیں کیا۔  
 (۲) یا پھر اس سے دوراوی روایت کرنے والے انہیں میسر نہیں آئے۔  
 لیکن ظاہر ہے کہ دوسرا احتمال صحیح نہیں۔ کیونکہ ابو غطفان سے روایت کرنے والے متعدد ہیں۔ سنن دارقطنی ص ۱۵۹ اور ابو داؤد میں اس کا شاگرد عتبہ بن الاغنس مذکور ہے۔ اور صحیح مسلم ص ۱۷۳ ج ۲ میں اس کا دوسرا شاگرد عمرو بن حمزہ مذکور ہے۔ اور ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں کہ امام دارقطنی نے صحیح مسلم پر استدراک بھی لکھا ہے۔ تو لامحالہ صحیح مسلم میں اس کا دوسرا شاگرد عمرو بھی ان کے زیر نظر تھا۔ لیکن دوراوی ہونے کے باوجود وہ اسے مجہول کہتے ہیں آخر کیوں؟

(۲) امام دارقطنی سنن میں ایک روایت کی سندوں بیان فرماتے ہیں۔  
 حدثنا عبد اللہ بن احمد بن وھیب الدمشقی ثنا  
 العباس بن الولید بن صرید نا محمد بن شعیب بن شاور  
 اخبرنی شیبان بن عبد الرحمن اخبرنی یونس بن ابی



اسحاق الہمدانی عن امہ العالیۃ بنت النقع قالت

حجبت انا وام حبیۃ (الحديث)

اس سند کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

”ام حبیۃ والعالیۃ مجہولتان لا یحجج بہما“ لہ

اس کے متصل بعد انہوں نے اس روایت کی ایک اور سند ذکر کی ہے

جس میں ”العالیۃ“ سے روایت کرنے والا اس کا خاوند یعنی ابواسحاق ذکر

کیا ہے۔ اب اس روایت میں العالیۃ سے روایت کرنے والے دو افراد ہوئے

یونس اور ابواسحاق۔ یعنی باپ اور بیٹا۔ اور وہ دونوں ثقہ ہیں لیکن اس

کے باوجود امام دارقطنی ”العالیۃ“ کو مجہول کہہ رہے ہیں۔

یہی نہیں ان کا یہ قول بعینہ ان کی دوسری کتاب ”الموتلف والمختلف“

میں بھی مذکور ہے۔ محدث ڈیالوی نور اللہ مرقدہ اس کا ذکر کرتے ہوئے

فرماتے ہیں :-

”قال الدارقطنی النہارای العالیۃ (امراۃ نروی عن

عائشۃ روی حدیثها ابواسحاق عن امراتہ العالیۃ

ورواہ ایضاً یونس بن ابی اسحاق عن امہ العالیۃ

بنت النقع عن ام حبیۃ عن عائشۃ وقال ام حبیۃ والعالیۃ

مجہولتان لا یحجج بہما“ لہ

امام دارقطنیؒ کی ان دونوں عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ  
 "العالیہ" کو مجہول قرار دیتے ہیں حالانکہ اس سے روایت کرنے والے دو افراد  
 ہیں۔ علامہ سخاویؒ وغیرہ کے قول کے مطابق انہیں اسے ثقہ کہنا چاہیے تھا۔  
 ولین کذالک۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام موصوف کا وہی مسلک ہے جو  
 جمہور محدثین کا ہے۔

(۳) موسیٰ بن ہلال کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں :-

وفی اسئلة البرقانی انه سأل الدارقطنی عن موسیٰ

بن ہلال فقال هو مجہول" لہ

یعنی برقانی کے اسلہ میں ہے کہ انہوں نے جب امام دارقطنیؒ سے موسیٰ

بن ہلال کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا وہ مجہول ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ موسیٰ بن ہلال وہ راوی ہے جس سے روایت

کرنے والے امام احمدؒ۔ الفضلؒ بن سہل، عبید بن الوراق۔ محمد بن جابر المحاربی

محمد بن اسماعیل الاجسی وغیرہ ہیں لیکن اس کے باوجود امام دارقطنیؒ اسے مجہول

کہہ رہے ہیں۔

اس قسم کے متعدد راوی ہمارے زیر نظر ہیں جنہیں امام دارقطنی نے مجہول

کہا ہے حالانکہ اس سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زائد راوی ہوتے۔

ان کا ذکر طوالت کا موجب ہوگا اسی لئے ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں و فیہ

کفاية لمن له دراية

لہ سان المیزان ص ۱۳۶ ج ۶

الغرض علامہ سخاوی نے جو مسلک امام دارقطنیؒ کی طرف منسوب کیا ہے وہ  
محل نظر ہے۔ سنن دارقطنی کی عبارت جسے انہوں نے معرض التمشاہد میں پیش  
کیا ہے وہی فی الواقعہ اس کی تردید کے لئے کافی ہے۔ بلکہ ان کا مسلک اس  
سلسلہ میں بالکل وہی ہے جو جمہور محدثین کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ  
”لسان المیزان“ میں امام ابن حبانؒ کا مسلک ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
”هو مذهب شيخنا ابن خزيمة ولكن جهالة حاله“

باقية عند غيره“

یعنی ابن حبانؒ کی طرح ان کے شیخ ابن خزیمہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جب  
جہالت عین ختم ہو جائے تو وہ راوی ثقہ ہوتا ہے۔ لیکن دیگر محدثین اس کے  
خلاف ہیں اور ظاہر ہے کہ ”عند غیرہ“ میں امام دارقطنیؒ شامل ہے  
تبعی تو مستفہدین نے ان کی تصحیح و تضعیف پر اعتما کیا ہے بلکہ حافظ ابن حجرؒ  
نے تو بسا اوقات ایک مجہول الحال راوی کی روایت کو صحیح کہتے ہوئے امام  
دارقطنی کی توثیق کا سہارا لیا ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص سے جو  
روایت سنن میں بواسطہ زید بن عیاش ان الفاظ سے مروی ہے ”سمعت  
رسول الله صلى الله عليه وسلم يسأل عن اشتداد الرطب بالتمر“  
(الحديث) اس پر بحث کرتے ہوئے شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہ روایت  
ضعیف ہے کیونکہ اس میں زید بن عیاش مجہول ہے اور اس کے قائل امام ابو حنیفہؒ

طحاویؒ، ابن حزمؒ، الطبریؒ اور عبدالحقؒ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ اس قول کی تردید کرتے ہوئے "التلخیص" میں رقمطراز ہیں :-

"والجواب ان الدارقطنی قال انه ثقة ثبت" لے

جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ محدثین نے ان کی توثیق کا ایسی صورتوں میں بھی اعتماد کیا ہے۔ بنا یہ کہ ان کی طرف اس قسم کے مسلک کی نسبت کسی صورت میں بھی صحیح معلوم نہیں ہوتی اور تلاشِ بسیار کے باوجود ہمیں کوئی مقام بھی ایسا نہیں ملا جہاں آئمہ فن نے ان کی توثیق کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہو کہ وہ جہالتِ عین اٹھ جانے سے راوی کو ثقہ کہتے تھے بنا یہ کہ ان کی توثیق معتبر نہیں اور نہ ہی متقدمین مثلاً خطیب بخاریؒ علامہ نوویؒ حافظ ابن الصلاحؒ حافظ زین الدین العزاقیؒ اور حافظ ابن حجرؒ کی متداول کتب میں امام دارقطنیؒ کی وہ عبارت کہیں نظر آئی ہے جسے حافظ سخاویؒ نے "وعبارۃ الدارقطنی کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔ ممکن ہے حافظ سخاویؒ سے نقل عبارت میں تساہل ہو گیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم وا حکم"

جمع و تبدیل کے سلسلہ میں امام دارقطنیؒ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انہوں نے روایت پر بحث کرتے ہوئے نہایت بے احتیاطی سے کلام کیا ہے۔

ایک دوسرا اعتراض  
اور اس کا جواب

مثلاً محمد بن عبدالرحمن بن ابی سہیل "ہیں کہ سنن ص ۲۶ پر تو اسے "ثقة  
 فی حفظہ شیخ" کہتے ہیں۔ اور آگے چل کر اسے ص ۸۹ پر ضعیف سی  
 الاحتفظ قرار دیا ہے۔ اسی طرح عبدالرحمن بن ابراہیم القاسم کو پہلے  
 ص ۲۲۳ پر ثقہ اور اسی صفحہ پر اسے ضعیف بھی کہا ہے۔ اور ص ۱۳۲ پر  
 ابن لہیعہ کو ضعیف کہنے کے باوجود اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ "لہ  
 لیکن اس قسم کا اعتراض وہی کر سکتا ہے جو اصول حدیث اور محدثین کی  
 اصطلاح سے ناواقف ہے۔ چنانچہ ہم یہاں پہلے چند اصولی امور ذکر کر کے  
 پھر ان مقامات کی وضاحت کریں گے۔

(۱) ایک راوی میں اس قسم کے مختلف اقوال مختلف حالات کے مطابق  
 ہوتے ہیں۔ کبھی محدث مطلقاً کسی راوی کے متعلق حکم لگاتا ہے اور کبھی کسی  
 سبب سے۔ مثلاً دوسرے راوی کے مقابلہ میں دوسرا حکم لگاتا ہے۔  
 مولانا امیر علی حنفی فرماتے ہیں :-

"اذا اختلف الاقوال عن امام بعینہ فی رجل بعینہ  
 فربما یکون علی وفق السؤال وبالنسبۃ الی رجل  
 آخر کما فی شرح السخاوی" ۲  
 اسی طرح علامہ لکھنوی فرماتے ہیں :-

"وعلیٰ ہذا یجمل اکثر ما ورد من الاختلاف

فی کلام ائمة الجرح والتعديل فمن وثق رجلاً  
فی وقت وجرحه فی وقت» ۱

(۲) اور کبھی ایک راوی کے متعلق ایک جگہ مطلقاً حکم لگاتے ہیں۔  
دریں صورت وہ ثقہ ہوتا ہے لیکن کسی دوسرے خاص راوی سے روایت  
کرتے ہیں وہ ضعیف ہوتا ہے۔ جیسا کہ اسماعیل بن عیاش ہیں۔ کہ ان کی احادیث  
کو چھوڑنے جب کہ وہ اہل بجاز سے روایت کریں ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ  
علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

« اسماعیل بن عیاش ابو عتبة الحمصي شيخ الشاميين

ليس بانقوي وحد يثله عن الجازيين منكر» ۲

یا جیسے ابن جریر جب اہل بصرہ سے روایت کرتے ہیں تو وہ روایت

معلول ہوتی ہے۔ جیسا کہ حاکم ابن حجر نے تصریح کی ہے ۳

(۳) کبھی اختلاف جرح کا سبب اجتہاد کے بدل جانے کی بناء پر ہوتا ہے

علامہ لکھنوی رقمطراز ہیں :-

وقد يكون الاختلاف لتغير اجتهاده كما هو احد

الاحتمالين في قول الدارقطني في الحسن بن عفير انه

منكرو في موضع آخر انه متروك» ۴

۱۔ نظیر الامانی ص ۳۶ الرقع والتکمیل ص ۱۰۸ ۲۔ من تکلم فیہ

وہو موثق اس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے ۳۔ النکت درق ۲۱۵/۴۳

۴۔ نظیر الامانی ص ۳۶

رہی کبھی اختلاف کا سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ محدثین کسی ایک راوی پر ایک حکم لگاتے ہیں۔ لیکن حدیث میں اس کے ساتھ دوسرے راویوں کی موافقت و مخالفت کے اعتبار سے اس پر دوسرا حکم لگاتے ہیں۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے متعلق الفاظ جرح میں جو اختلاف "سنن دارقطنی" میں مذکور ہے اسی نوعیت کا ہے۔ چنانچہ امام دارقطنیؒ کی رائے اس کے متعلق یہی ہے کہ وہ صدوق سی الحفظ ہے۔ چنانچہ سنن ص ۲۶ میں "طہار متنی" پر بحث کرتے ہوئے حضرت ابن عباس کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

"لقد يرفعه غير اسحاق الأزرق من شريك عن محمد بن عبد الرحمن هو ابن ابی لیلیٰ ثقة في حفظه شئ"۔

پھر اس کے بعد بواسطہ وکيع عن ابن ابی لیلیٰ اسی روایت کو موقوف ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اسے مرفوع ذکر کرتے ہیں اسحاق یا شریک نے غلطی کی ہے اور ابن ابی لیلیٰ نے جو اسے موقوف ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے اور وہ ثقہ ہیں۔ البتہ حافظہ میں خرابی تھی۔ ان کے اس طریق کی شہادت اس سے بھی ملتی ہے کہ اسی روایت کو امام شافعیؒ نے ابن عیینہؒ سے بواسطہ عمرو بن دینار و ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس موقوف ذکر کیا ہے۔

لہذا ابن ابی لیلیٰ ہی اس روایت کو موقوف ذکر نہیں کرتے بلکہ ان کی متابعت دیگر اصحاب نے بھی کی ہے۔ اور اسے مرفوع ذکر کرنے میں اسحاق یا شریک ہی نے غلطی کی ہے۔ لیکن ص ۸۹ پر چونکہ ابن ابی لیلیٰ نے امام سفیانؒ اور شعبہؒ کی مخالفت کی ہے کیونکہ یہ دونوں عبدالرحمن سے "اذان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم شفیعاً شفیعاً کے الفاظ مرسل ذکر کرتے ہیں۔ لیکن ابن ابی یسلیٰ ہی سے متصل ذکر کرتے ہیں۔ لہذا جب اس نے سفیان اور شعبہ (جو جبل من جبال الحفظ کے ساتھ ملقب ہیں) کی مخالفت کی تو ان کے مقابلہ میں قاعدہ نبرا کی بنا پر ضعیف ٹھہرے۔ بعینہ ص ۲۷۳ پر جو اسے ردی الحفظ کثیر الوہم کہا ہے تو اس کی وجہ بھی ثقات کی مخالفت ہے کیونکہ حضرت علی رضی سے "طواف واحد" ہی ذکر کیا ہے۔ لیکن "ابن ابی یسلیٰ" نے طواف طوافاً واحداً سعی لہما رجبیین" کا اضافہ بھی کیا ہے۔

نبایرین ثقات کے مقابلہ میں امام دارقطنی نے اسے ردی الحفظ قرار دیا ہے۔ لہذا ان وجوہ کی بنا پر امام صاحب کے ان اقوال میں لڑائی تعارض نظر نہیں آتا۔

یہاں معاملہ عبد الرحمن بن ابراہیم کا تو اس کا جواب قاعدہ ثانیہ میں موجود ہے۔ کیونکہ عبد الرحمن اگرچہ ثقہ ہے جیسا کہ امام دارقطنی نے کہا ہے۔ لیکن علاء بن عبد الرحمن کے واسطے سے جو روایت اس نے بیان کی ہے وہ منکر ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں :-

«ومن تناكيره عن العلاء عن ابيه عن ابى هريرة  
مرفوعاً من كان عليه صوم رمضان فليترده ولا  
يقطعه اخرجہ الدارقطنی» لے



اسی طرح امام ابو حاتم فرماتے ہیں

”روی حدیثاً منکرًا عن العلاء“ ملحہ

اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنی نے ثقہ کہنے کے بعد جو اسے ضعیف کہا ہے تو اس کی وجہ العلاء سے یہ روایت بیان کرنا ہے نہ یہ کہ وہ مطلقاً ضعیف ہے ہمارے اس توجیہ پر امام دارقطنی کا انداز بھی شاید ہے۔ چنانچہ اس مرفوع روایت کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل فرماتے ہیں۔

”نزلت فعدة من ايام اخر متتابعات فسقطت“

اس کے بعد فرماتے ہیں ہذا اسناد صحیح جو اس بات پر صاف دال ہے کہ وہ عبد الرحمن کی مندرجہ بالا روایت کو صحیح نہیں مانتے اور اگرچہ انہوں نے صراحتاً اسے ضعیف نہیں کہا۔ لیکن عبد الرحمن کی یہ روایت جو العلاء سے روایت کرنے کی وجہ سے منکر تھی جیسا کہ امام احمد اور ابو حاتم نے کہا ہے تو انہوں نے یہاں عبد الرحمن کو ضعیف کہہ کر اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

تیسرا اعتراض جو اس سلسلہ میں کیا گیا ہے وہ یہ کہ سنن ص ۱۳۴ پر ابن لہیعہ کو ضعیف کہنے کے باوجود اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ تو یہ اعتراض بھی درست نہیں کیونکہ ابن لہیعہ پر جرح اس کی ذات کے اعتبار سے ہے اور جو انہوں

نے اس کی سند کو حسن کہا ہے تو وہ باعتبار صحت متن کے ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس قسم کی احادیث کو متعدد مقامات پر حسن کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے "النکت علی این الصلاح" میں اس کی متعدد امثلة ذکر کی ہیں۔

الہیۃ یہاں ہم ایک اصولی مسئلہ کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتے ہیں اور وہ یہ کہ آئمہ جرح و تعدیل کسی راوی پر جرح کرتے ہیں تو کبھی "لیس بالقویۃ" اور کبھی "لیس بقوی" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کتب رجال کی ورق گردانی اور تراجم رجال پر غور و فکر کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں الفاظ میں فرق ہے "لیس بقوی" میں تو راوی کے قوی ہونے کی نفی ہے۔ اور "لیس بالقویۃ" میں اس کے درجہ کاملہ کی نفی مقصود ہوتی ہے۔ اور اس کی روایت درجہ حسن سے ساقط نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ مولانا امیر علی حسینی نے بھی لکھا ہے :-

"یطلق لیس بالقوی علی الصدوق" لہ

اسی طرح شیخ عبدالرحمن بن یحییٰ الیامانی فرماتے ہیں :-

"کلمۃ لیس بقوی تنفی القویۃ مطلقا وان لم تنبت

الضعف مطلقا وکلمۃ لیس بالقوی انما تنفی الدرجتہ

الکاملۃ من القویۃ" لہ

یہی وجہ ہے کہ الفاظ جرح میں ان کو "درجہ فاسدہ" میں جگہ ملی ہے

حجرت کی روایت درجہ استثنایاً سے قطعاً کم نہیں ہوتی۔ بلکہ شیخ محمد قاسم سندھی نے "نفوز الکرام" میں علامہ سیوطیؒ کی "التعقیبات" اور "النکت السید لبعات" سے نقل کیا ہے کہ جس راوی کے متعلق "لیس بالقوی" کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں ہوتی۔  
 بایں صورت امام دارقطنیؒ نے ابن الجبیر کو "لیس بالقوی" کہا ہے اور اس کی روایت مندرجہ بالا اصول کے پیش نظر حسن ہے۔ لہذا ان پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

الغرض الفاظ جرح و تعدیل میں اس قسم کا اختلاف متعدد وجوہ کی بناء پر ہوتا ہے۔ اور اس نوعیت کے اختلاف کو لے کر محدثین پر طعن و تشنیع وہی شخص کر سکتا ہے جو ان کی اصطلاحات سے ناواقف ہو۔

مجھے تعجب ہے کہ "فقہاء" کے اقوال میں جہاں اس قسم کا تعارض و تخالف واقع ہوتا ہے تو یہ حضرات ان کی بے سرو پا توجیہات و تاویلات کے دریے ہوتے ہیں لیکن اگر محدثین کے اقوال میں کہیں ایسی صورت پیدا ہو جائے تو ان پر اعتراض کرتے ہوئے پھولے نہیں سماتے اور پھر اس کے ثبوت میں سرنا پانہ درصفت کرتے ہیں۔

مجموعہ اپنے مقالہ "جرح و تعدیل اور اس کی اصطلاحات" میں اس موضوع پر قدرے تفصیل سے لکھا ہے جسے ہم عنقریب بدیہ ناظرین کریں گے۔ انشاء اللہ

سید الفوز الکرام کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے۔

امام دارقطنی مدس ہیں؟ امام دارقطنی کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے ہم عبد اللہ بن محمد

ابو القاسم البغوی کے تحت یہ ذکر کر چکے ہیں کہ علامہ ذہبی نے ابن طاہر سے نقل کیا ہے کہ "امام دارقطنی نے جو روایتیں "امام ابو القاسم البغوی" سے نہ سنی ہوئیں وہ انہیں "قری علی ابی القاسم البغوی حد تکم فلان" کے الفاظ سے بیان کرتے اس طرح وہ قدسے تدلیس سے کام لیتے اور یہ نہ کہتے کہ اسے میں نے سنا ہے"۔

لیکن ان کی سنن کا سطر لکھ کرنے والا طالب علم خوب جانتا ہے کہ امام دارقطنی نے امام البغوی سے حدیثنا اور سمعت کے الفاظ کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں "قری علی ابی القاسم" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ساتھ ہی "وانا اسمع" کی صراحت بھی کی ہے۔ مثلاً "باب فی نضح الماء علی الفرج بعد الوضوء" کے تحت پہلی روایت ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں :-

"حدیثنا عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی  
قراءة علیہ وانا اسمع"

اسی طرح کتاب الصلوٰۃ کی پہلی روایت کے الفاظ یوں ہیں :-  
"قری علی ابی القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز  
وانا اسمع"

سنة تذكرة الحفاظ ص ۱۸۹ ج ۳ طبقات المدلسین لابن حجر

اور باب ذکر بیان الواقیت کی دسویں حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حدثنا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز قراءة عليه"  
 اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنن میں "امام ابو القاسم البغوی" سے روایت  
 کے وقت قرئی کے لفظ کے ساتھ "انا اسمع" کی صراحت کا بھی خیال  
 رکھتے ہیں۔

در اصل معلوم ہوں ہوتا ہے کہ امام ابو القاسم "بغوی" سے جس قدر انہوں  
 نے روایات روایت کی ہیں وہ یا تو اللہ کی صورت میں ہیں جیسا کہ سنن میں  
 باب صفة ما يقول المصل عند ركوعه وسجوده میں  
 فرماتے ہیں "حدثنا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز اصلاء"  
 اور یا قرآءہ کی صورت میں جیسا کہ ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں۔ تو وہ ان کی  
 روایات کو کبھی "حدثنا اصلاء" سے بیان کرتے ہیں اور کبھی قرئی  
 وانا اسمع سے اور کبھی "قرآءة عليه وانا اسمع" اور کبھی "حدثنا  
 البغوی قرآءة عليه" کے الفاظ سے اور کبھی صرف "حدثنا" کے لفظ پر  
 ہی اکتفا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ روایت انہوں نے امام بغوی سے یا تو بطور  
 اطلاع اخذ کی ہوتی ہے اور یا قرآءة عليه وانا اسمع کے طریق سے۔ اسی  
 طرح جہاں کہیں قرئی علی ابی القاسم البغوی حدثکم فلان کے الفاظ  
 پر اکتفا کیے جو "وههم الى التذليل" ہیں تو ان الفاظ سے یہ کسی  
 صورت میں لازم نہیں آتا کہ انہوں نے یہ روایت امام بغوی سے سنی ہی نہیں۔  
 بلکہ وہ دراصل اپنی مسمرعات کے دو طریق میں سے ایک طریق کی

وضاحت قوی کے الفاظ سے کرتے ہیں کہ یہ روایت بطور تکرار سے ہے  
ان سے لی ہے نہ کہ بطریق اطلاع۔ جو ان کی وقت نظر پر ایک بڑی دلیل ہے  
لیکن ابن طاہر نے اسے تدلیس پر محمول کیا ہے جو درست نہیں  
ہیں یہ حروف لکھ چکا تھا کہ علامہ الحلی کی التبتین الاشیاء المندرجہ  
دیکھنے کا موقع ملا جس کے آخر میں علامہ موصوف نے حافظ صلاح الدین  
العلانی سے نقل کیا ہے کہ جن راوی نے اپنے شیخ سے روایات اجازہ  
مناولہ یا وجادہ کے طریق سے لی ہوں اور وہ انہیں اخبرتا ہے بیان  
کرتے تو اسے تدلیس کے باب میں شمار نہیں کیا جاتا۔ پھر اس کی چند مثالیں  
ذکر کرتے ہوئے ابن طاہر مقدسی کا مندرجہ بالا قول جو انہوں نے امام دارقطنی  
کے متعلق کہا ہے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس قسم کی روایات انہوں نے امام  
بخاری سے یا تو اجازہ کی صورت میں لی ہیں تو یہ روایات متصل ہوئیں یا  
پھر وجادہ کے طور پر حاصل کی ہیں تو اس سے ان کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے  
خصوصاً جبکہ تیسری صدی کے بعد تدلیس کا وجود انتہائی قلیل پایا جاتا ہے  
جیسا کہ امام حاکم نے فرمایا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :-

فاما ان يكون له من البخري اجازة شاملة  
بمروياته كلها فيكون متصلا ولا يكون كذلك  
فيكون وجادة وهو قد تحقق صحة ذلك عنده  
على ان التدليس بعد ثلاثمائة يقتل جدا قال  
الحاكم لا اعرف في المتأخرين من يدكر به الا

ابا بکر محمد بن محمد بن سلیمان الباقندی واللہ اعلم انہی  
الغرض امام دارقطنی نے امام بغوی سے روایات بصورت اجازہ  
یا وجادہ لی ہوں یا پھر اپنی مرویات کے درمیان طریق اخذ کی وضاحت  
ہو کسی صورت میں بھی اسے تدلیس نہیں کہہ سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس فن پر لکھنے کا آغاز

فن جرح و تعدیل کی ابتداء اگرچہ صحابہ  
کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے  
دو دو سے ہو چکی تھی لیکن اس کی تدوین کا آغاز دوسری صدی سے شروع ہوا  
اور حافظ ابن حجر کے دور تک باقی رہا اس دور میں اہل علم و فضل نے اس  
پر متعدد کتابیں لکھیں۔ فنی اعتبار سے سب سے پہلے اس فن پر کلام کرنے  
والے امام شعبہ بن النجاشی ہیں اور سب سے پہلے اس فن پر امام یحییٰ بن سعید القطان  
کی کتاب کا نام لیا گیا ہے۔ ان کے بعد ان کے تلامذہ نے ان ہی کی راہ اختیار کی  
علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

اول من جمع فی ذلک الامام یحییٰ بن سعید القطان و  
تکلم فیہ بعدہ تلامذتہ یحییٰ بن معین و علی بن  
المدینی و احمد بن حنبل و عمرو بن علی الفلاس و  
ابو خلیثمہ و تلامذتہم کما بی زرعتہ و ابی حاتم و المنجاری  
و مسلم و ابی اسحاق الجوزجانی و النسائی و ابن خزمیتہ  
و الترمذی و الدولابی و العقیلی و ابن عدی و ابو الفتح  
الازدی و الدارقطنی و الحاکم الی غیر ذلک « ۱ »

اس مختصر مقالہ میں ان جملہ محدثین کا ذکر تو بیشک طوالت کا موجب ہو گا  
تاہم بعض مشہور مؤلفین اور ان کی کتابوں کا تعارف ضروری ہے۔

۱) امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) انہوں نے اس فن پر  
تین کتابیں لکھی ہیں۔  
ایک کتاب الضعفاء الصغیر اور دوسری کتاب الضعفاء الکبیر۔ اول الذکر سندوستان  
سے دو مرتبہ طبع ہو چکی ہے اور دوسری غیر مطبوع ہے۔ تیسری کا نام "التابیر الخبیر"  
یہ جو امام صاحب کا شاہکار ہے یہ ہندوستان میں چار "بسوط جلدوں میں مشائخ  
ہو چکی ہے۔

۲) امام احمد بن محمد بن شعیب النسانی (م ۳۳۰ھ) کی اس فن پر دو کتابیں ہیں  
ایک کتاب الضعفاء  
والمتروکین اور دوسری کتاب المخرج والتحلیل ہے۔ اول الذکر سندوستان سے  
کتاب الضعفاء الصغیر امام بخاری، کتاب المرسل لابن ابی حاتم کے ساتھ طبع ہو چکی ہے  
۳۔ ابوالفتح الازدی محمد بن حسین (م ۴۶۷ھ) علامہ ذہبی نے ان کی کتاب  
کا ذکر ان الفاظ سے

کیا ہے۔ له مصنف کبیر فی الضعفاء وهو قوی النفس"۔  
لیکن اس میں بعض مقامات ایسے ہیں جن پر علماء نے ہواخذہ کیا ہے۔ جس کی وجہ  
قائماً ان کا تشدد ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ابان

۱۔ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۶۶ ج ۲ کشف التلویح ص ۵۸۲ ج ۱

۲۔ میزان الاعتدال ترجمہ ابوالفتح الازدی



بن اسحاق اور ابراہیم بن محمد کے ترجمہ میں صراحت کی ہے۔

۴۔ عبد الرحمن بن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ) ان کی کتاب البحر والتعذیل کے نام سے آٹھ مبسوط جلدوں

میں حیدرآباد سے طبع ہو چکی ہے۔ نہایت مفید کتاب جو زیادہ تر ان کے والد محترم امام ابو حاتم اور امام ابو زرعة سے اسلہ کے جوابات پر مشتمل ہے

۵۔ ابو نعیم البحر جانی (م ۳۲۳ھ) ان کا نام عبد الملک بن محمد ہے حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ص ۳۵ ج ۳ میں

انکا ترجمہ تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علامہ الکتانی نے ان کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "ہو فی عشرة اجزاء"

۶۔ ابو جعفر العقیلی (م ۳۲۳ھ) ان کی اس فن پر کتاب الضعفا والکبیر اور کتاب البحر والتعذیل کے نام سے دو کتابوں

کا ذکر ملتا ہے۔ کتاب الضعفا کا قلمی نسخہ حضرت سید یدیع الدین مدظلہ العالی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ حافظ عقیلی جرح میں منشد ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے امام علی بن المدینی کو بھی الضعفا میں داخل کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے ان کے اس رویے سے برہم ہو کر یہاں تک فرما دیا۔

«فما لك عقل يا عقيلي اتدري فيمن يتكلم»  
۷۔ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب البحر جانی (م ۲۵۹ھ) ان کی کتاب

۱۔ میزان الاعتدال ترجمہ علی بن المدینی

الحجرج والتخديل کے نام سے مشہور ہے۔ وہ چونکہ اہل دمشق کے مسلک (یعنی نااہلیت) کی طرف مائل تھے جیسا کہ پہلے ہم ذکر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اہل کوفہ کے مشائخ ان کی جرح معتبر قرار نہیں دی گئی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ابان بن تغلب کے ترجمہ میں تصریح کی ہے لہ

۸۔ امام ابو جعفر محمد بن حبان <sup>لہستی</sup> ان کی اس فن پر دو کتابیں ہیں (۱) کتاب الصنعاء (۲) کتاب الثقات

کتاب الثقات میں انہوں نے بعض ایسے راویوں کو بھی ذکر کیا ہے جن کو انہوں نے کتاب الصنعاء میں داخل کیا ہے۔ علمائے فن نے ان کے اس انداز کو تساہل یا تغیر اختیار کرنا صحیح قرار دیا ہے۔ ان کے تشدد و تساہل کی طرف اشارہ ہم اس سے قبل کر آئے ہیں۔ وللتفصیل مریض آخ

۹۔ امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ العجمی (۲۶۱ھ) علامہ ذہبی سے علامہ الکتانی نے

نقل کیا ہے۔ ”ہو کتاب مفید يدل على سعة حفظه“

۱۰۔ امام ابوالحسن احمد بن محمد المعروف بابن عدی (۲۵۱ھ)

ان کی کتاب کا نام ”الکامل“ ہے۔ یہ کتاب ساٹھ اجزاء میں ۱۲ جلدوں پر مشتمل ہے جیسا کہ علامہ الکتانی نے لکھا ہے۔ حاجی خلیفہ کشف الظنون

لہ تہذیب التہذیب ولسان المیزان

میں فرماتے ہیں :-

”ہو اکمل کتب الجرح والتعديل وعليه اعتماد الأئمة“

امام دارقطنیؒ کا قول اس کتاب کے متعلق گزر چکا ہے۔ علامہ سخاویؒ

فرماتے ہیں کہ یہ کتاب اسم باسملی ہے۔ امام ابن عدی نے اس میں ہر اس راوی کو ذکر کیا ہے جس پر محدثین نے ادنیٰ کلام بھی کیا ہے۔

(۱۱) علامہ عبدالرحمن ابوالفرج ابن جوزی (رلسہ ۵۵ھ) اس فن پر

کافی مفید ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ابان العطار کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ صرف الفاظ جرح ہی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ ان کی کتاب کے عیوب میں شمار ہوتا ہے لیکن اس قول کو قواعد کلیہ منطقیہ کی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ ہمیں کتاب الصنعاء کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ جس میں بسا اوقات الفاظ تعدیل و توثیق بھی منقول تھے۔

۱۲۔ حافظ عبدالغنی المقدسی (رلسہ ۵۵ھ) نے متعدد کتابیں لکھی

ہیں لیکن متاخرین میں حافظ المقدسیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حافظ ابوالفضل کی طرح انہوں نے بھی ابن ماجہ کو چھٹی کتاب شمار کیا ہے۔ ان کی کتاب کا نام ”الکمال فی اسماء الرجال“ ہے۔ جو دس جلدوں میں ہے۔ بعد میں آنے والے سبھی حضرات اسی کے خوشہ چیں ہیں مگر اس میں روایات کی تاریخ ولادت اور دقیات کے بیان کرنے میں قدر سے طوالت سے کام لیا گیا ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا ذکر

”تذکرہ“ میں تفصیلاً کیا ہے۔

۱۳۔ حافظ ابو الجراح یوسف بن عبد الرحمن المزنی (۱۲۲ھ)

یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہم سبق اور حافظ ذہبی کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے اپنے ”تذکرہ“ کی انتہا اپنی کے ترجمہ پر کی ہے۔ علامہ المزنی کی کتاب کا نام ”تہذیب الکمال“ ہے جو حافظ المقدسی کی ”الکمال“ کا ملخص اور زیادات پر مشتمل ہے۔ علامہ سبکی فرماتے ہیں

”اجمع علی انه لم یصنف مثله ولا یستطاع“

علامہ ذہبی کے قول کے مطابق یہ کتاب ایک سوا جز اور پر مشتمل ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگرچہ انہوں نے تہذیب پر کافی کوشش کی ہے لیکن صحاح ستہ کے بعض راویوں کے متعلق انہیں بھی علم نہیں ہو سکا جس کی بنا پر ان کے تراجم اس میں مذکور نہیں بلکہ بسا اوقات روی عن فلان اور روی عنہ فلان، اخرج لہ فلان پر ہی اکتفا کی ہے۔ اسی طرح اصحاب ستہ کی بعض دوسری تصانیف پر تو بالکل ہی کام نہیں کیا جن میں بروالدین البخاری، کتاب الاستقناع باہاب السباع لمسلم۔ کتاب الزہد۔ دلائل النبوة۔ الدعاء ابتداء الوحی۔ اخبار الخوارج لابی داؤد۔ عمل ایوم واللیلہ۔ خصائص علیؑ للنسائی شامل ہیں۔

اسی بنا پر بعض حضرات کا کہنا ہے کہ علامہ المزنی اسے مکمل نہیں کر سکے

بلکہ بعد میں حافظ علاؤ الدین غازی نے اس کی تکمیل تیسرے  
جلدوں میں کی۔

پھر حال کتاب جمہوری اعتبار سے بے مثال ہے۔ متاخرین نے اسے  
اس قدر اہمیت دی کہ متعدد اہل علم نے اس کا اختصار کیا۔ جیسا کہ حاجی خلیفہ  
نے ذکر کیا ہے۔ لیکن ان میں زیادہ مشہور اختصار علامہ ذہبی کا ہے۔

### (۱۴) حافظ شمس الدین محمد بن احمد الذہبی (رحمۃ اللہ علیہ)

ان کی اس فن میں گرائڈ اور متعدد تصانیف ہیں۔ علمائے متقدمین  
کی کتابوں کو مختصر کرنے میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ چنانچہ حافظ المرزی کی کتاب  
کا اختصار انہوں نے "تذہیب تہذیب الکمال" کے نام سے کیا۔ لیکن یہ محض  
اختصار نہیں بلکہ مزید فنی معلومات کو بھی انہوں نے جمع کر دیا ہے۔ البتہ اس  
میں بعض مقامات پر ان سے سہو ہو گیا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے  
تہذیب التہذیب کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

علامہ ذہبی نے اس فن پر ایک درجن سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ جن سے  
اس فن کے متعلق ان کا بحر کا پتہ چلتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے شرح  
نخبۃ الفکر میں سچ کہا ہے۔

لہ استقراء قام فی نقد الرجال

ہم ان کا ذکر یہاں انتہائی اختصار سے کرتے ہیں :-

۱) تاریخ الاسلام الکبیر "علامہ ذہبی کی یہ کتاب اہم اور بڑی ضخیم

ہے۔ چوکیس جلدوں میں ہے اس میں انہوں نے علامہ ابن ماکولا کے اشارہ کے مطابق  
ابتداء اسلام سے لے کر اپنے دور تک تمام واقعات سنہ وار تحریر کئے ہیں۔  
اور ہر دس سال کے حوادث کو ایک طبقہ شمار کیا ہے۔ اور ہر صدی کے علماء  
وفضلاء کے مختصر تراجم بھی بیان کئے ہیں۔ لہذا یہ کتاب محض حوادث پر  
مستعمل نہیں۔ بلکہ حوادث و رجال دونوں کی تاریخ کا ذخیرہ ہے۔ اس کا مکمل  
نسخہ ابھی تک پردہ خفا میں ہے البتہ متفرق اجزاء حسب ذیل مقامات  
سے ملتے ہیں :-

ابتداء سے شکرہ تک کے حالات پر جو جلد مشتمل ہے وہ کتب خانہ  
پیرس اور شکرہ سے ۱۳۲ھ تک کا حصہ کتب خانہ جامع تونس میں اور  
۱۸۱ھ سے شکرہ کا حصہ مصر کے کتب خانہ خدیوی میں ہے اور یہ مولف  
کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ۱۸۱ھ سے شکرہ تک کا حصہ کتب خانہ پیرس  
میں ۱۸۵۱ھ سے شکرہ تک کا حصہ برٹش میوزیم لندن میں ہے۔ ۱۸۵۲ھ  
سے ۱۸۵۳ھ کا دوسرا ناقص حصہ کتب خانہ مصر میں اور ۱۸۵۳ھ سے ۱۸۶۲ھ  
تک کتب خانہ پیرس میں۔ ۱۸۶۲ھ سے ۱۸۶۶ھ تک کا حصہ برٹش میوزیم لندن  
میں ہے اور اس کا ابتدائی حصہ جو عہد عباسیہ کے افاضل کا ہے وہ ندوۃ العلماء  
کے کتب خانہ میں بھی ہے۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ "یہ علم دین کے باکمال ماہرین کا تذکرہ ہے جنہیں

صہب مراتب ۲۱ طبقوں پر تقسیم کیا ہے اور ہر طبقہ کے اہل علم کا مختصر تذکرہ  
 حروف تہجی کی ترتیب کا لحاظ رکھے بغیر کیا ہے۔ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور علامہ المرزبی کے  
 حالات پر مشتمل ہے۔ ۱۳۰۹ھ میں حیدرآباد سے یہ عظیم المرتبت کتاب طبع ہو چکی  
 ہے۔ باب اس کا دوسرا ایڈیشن مع ذیل تہجی سے آراستہ ہو کر بازار میں آچکا ہے  
 (۳) میزان الاعتدال۔ اس میں مولف نے حروف ہجیم کی ترتیب پر

دس ہزار نو سو سات (۱۰۹۰۷) مختلف قیہ راویوں کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن  
 حجر نے اسے مختصر کیا اور اس پر اضافے بھی کیے۔ جس کا نام "لسان المیزان" رکھا  
 یہ کتاب پہلی مرتبہ لکھنؤ میں دو جلدوں میں مولانا عبدالحی لکھنوی کی کوشش  
 سے طبع ہوئی۔ پھر ۱۳۲۵ھ میں مصر سے تین جلدوں میں شائع ہوئی اور اب  
 مصر ہی سے اس کا تیسرا ایڈیشن چار جلدوں میں چھپ کر آچکا ہے۔  
 جسے دوسرے بعض نسخوں سے مقابلہ کر کے اور تصحیح کے بعد بڑے اہتمام سے  
 طبع کر دیا گیا ہے۔

(۴) الکاشف فی السما والرجال : یہ کتاب تہذیب التہذیب کا

کا اختصار ہے اس کے قلمی نسخے بالکی پور، رام پور اور کتب خانہ اصفیہ میں  
 موجود ہیں۔ اس کا ایک عمدہ نسخہ شیخ عبدالحق دہلوی کے والد محترم کا ہے جو حکیم  
 حبیب الرحمن کے پاس ڈھا کہ میں تھا۔ معلوم نہیں حکیم صاحب ان دنوں بقید حیات  
 ہیں یا اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے ہو چکے ہیں۔

(۵) المعنی فی الضعفاء : حاجی خلیفہ کے قول کے مطابق مولف نے

ابن معینؒ - امام بخاریؒ، ابو زرہؒ - ابو حاتمؒ، دارقطنیؒ - الدولابیؒ - حاکم خطیبؒ  
بندادیؒ اور ابن جوزیؒ کی کتابوں سے ضعیف راویوں کو جمع کر دیا ہے۔ یہ کتاب

ان دنوں مدینہ منورہ سے شائع ہو رہی ہے۔

(۶) من تکلم فیہ وهو موثق :- اس میں ان روایہ کا

ذکر ہے جن پر کلام کیا گیا ہے۔ لیکن ان کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں ہوتی۔

حضرت مولانا سید بدیع الدین صاحب پیرآف جھنڈا کے مکتبہ میں اس کا

قلمی نسخہ موجود ہے۔ الحمد للہ۔ اس کا قلمی نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔

اس میں ۳۹۹ راویوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا ہے کہ یہ ایک مجموعہ

میں مطبوع بھی ہے۔

(۷) المنظورۃ فی المدلسین :- اس میں مدلس راویوں کو نظم میں جمع

کیا گیا ہے۔ اس کا بھی قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

اس کے علاوہ علامہ ذہبیؒ کی اسی فن سے متعلق درج ذیل کتابیں ہیں۔

(۱) المقنتی فی سردالکئی۔ (۲) المنظورۃ فی اسماء الحفاظ (۳) سیر النبلاء

(۴) العبر فی خبر من غیر (مطبوع) (۵) طبقات الحفاظ (۶) دول الاسلام

(۷) تجرید اسماء الصحابة (۸) شیوخ الأئمة الستة (۹) دیوان الضعفاء

(۱۰) المجرّد لاسماء الرجال ابن ماجہ (۱۱) قرۃ العین فی صیطر رجال الصحیحین (مطبوع)

۱۵۔ حافظ الدین احمد بن علی العسقلانی المعروف بابن حجر (۱۵۲ھ)

نے بھی اس فن پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں سے درج ذیل زیادہ مشہور ہیں۔



(۱) تہذیب التہذیب۔ یہ علامہ المرزی کی تہذیب کا اختصاً  
 ہے اور یہی وہ کتاب ہے کہ متاخرین نے صحاح ستہ کے راویوں کے لئے  
 اس پر اعتماد کیا ہے۔ بلکہ خود مولف نے اس پر رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔  
 چنانچہ علامہ الشوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

”قال لست لأصيا عن شئ من تصانیفی لانی عملتها  
 فی ابتداء الامر ثم لم يتعميا لي من يحبرها معي سوى  
 شرح البخاری ومقدمته والمثبتة والتہذیب  
 ولسان المیزان“

تہذیب التہذیب میں انہوں نے جرح و تعدیل کی بعض باتوں کا اختصاً  
 کر دیا ہے۔ جنہیں علامہ المرزی نے مترجمین کے تراجم میں ذکر کیا ہے۔ البتہ  
 کہیں کہیں ان کے متن کی طرف اختصاراً اشارہ فرما جاتے ہیں۔ اور  
 راوی کے شیوخ اور مروی عنہ کے ذکر کرنے میں اختصار کے ساتھ ساتھ  
 ان کے ذکر کرنے میں حروف معجم کا خیال بھی نہیں رکھا۔ البتہ راوی کا بیٹا یا کوئی  
 رشتہ دار اس کا شیخ یا تلمیذ ہو تو اسے مقدم کیا ہے۔ اور انہوں نے ان رجال  
 کو بھی ذکر کیا ہے جنہیں حافظ المرزی نے ذکر نہیں کیا۔ اور علامہ مغلطائی  
 اور حافظ ذہبی کی کتابوں سے بھی انہوں نے جایجا استفادہ کیا ہے۔ بایں وجہ  
 یہ اب صرف تہذیب الکمال کا اختصار نہ رہا بلکہ اسے مستقل حیثیت حاصل ہو گئی

مؤلف اس علی شاکر سے ۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۸ھ میں اس کی تنوید سے فارغ ہوئے تھے۔

یہ کتاب سب سے پہلے حیدرآباد سے ۱۳۲۶ھ میں دائرۃ المعارف النظمیہ نے شائع کی اور اب کویت سے اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔

۲۔ **تقریب التہذیب**۔ یہ تہذیب التہذیب کا اختصار ہے جس میں انہوں نے صحاح سنہ کے رجال کے علاوہ اصحاب صحاح کی دوسری کتابوں کے رجال کا بھی ذکر کیا ہے۔ تقریب کے ابتداء میں انہوں نے ایک مفید مقدمہ بھی لکھا ہے۔ جس میں راویوں کے طبقات اور الفاظ جرح و تعدیل کے مراتب و مدارج کو بڑے احسن انداز میں پیش کیا ہے۔ لیکن یہ طبقات اور جرح و تعدیل کے مراتب اسی کتاب سے مختص ہیں۔ اسے عام قرار دینا درست نہیں۔ مقدمہ تقریب میں انہوں نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جرح و تعدیل میں جو قول ان کے نزدیک راجح ہوگا اسے ہی نقل کرنے پر اکتفا کریں گے لیکن ہم ان کے اس قول سے علی الاطلاق متنقہ نہیں۔ وللتفصیل موضح آخر۔

تقریب التہذیب ہندوستان اور مصر سے بارہا طبع ہو چکی ہے۔ ہندوستان کے بعض نسخوں کے ساتھ مولانا امیر علیؒ کی تصقیب اور التہذیب بھی ملتی ہے جو اپنی جگہ پر دو اہم رسالے ہیں۔ اور بعض نسخوں کے ساتھ "المعنی" مطبوع ہے جس سے ضبط اسماء کا مسئلہ بھی حل ہو گیا ہے۔

۳۔ **لسان المیزان**۔ یہ میزان الاعتدال کا اختصار مع زیادات ہے۔ حیدرآباد سے ۶ بیوط میں طبع ہو چکی ہے۔

(۴) تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الأئمة الأربعة۔ اس میں انہوں نے موکامات، مسند شافعی، مسند احمد، اور مسند ابو حنیفہ رحمہ کے ان زائد راویوں کا ذکر کیا ہے جو تہذیب التہذیب کے علاوہ ہیں۔ حیدرآباد سے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔

صنیف اور متکلم فیہ راویوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے یوں تو بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ان تمام میں یہ دونوں کتابیں سب سے معتبر اور جامع

## میزان الاعتدال اور لسان المیزان

قرار دی گئی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز نے درجہ راجعہ و خامسہ کی کتابوں کے راویوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے ان ہی کی طرف خاص توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

”اگر کے راجعہ تحقیق میں کتب باشد میزان الضعفاء ذہبی و لسان ابن حجر برائے احوال رجال این کتب بکارش سے آید“

۱۶۔ علامہ صفی الدین احمد بن عبداللہ الخرزجی الساعدی

ان کی کتاب کا نام ”خلاصہ تہذیب الکمال“ ہے جو مصر سے طبع ہو چکی ہے۔ یہ بھی علامہ ذہبی کی تہذیب کا خلاصہ ہے۔

لے مجالہ نافعہ ۲۰ تقریب مع التذیب ص ۲۶۲

یہ ہیں وہ مشہور کتابیں اور ان کے مؤلفین جو فن جرح و تعدیل میں زیادہ تر مشہور و معروف ہیں۔ ہم نے اپنے مقالہ "جرح و تعدیل" میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اور اس فن میں متعدد کتابوں کی نشان دہی کی ہے۔

(۱) الموتلف والمختلف :- علم "الموتلف والمختلف" حدیث کے جملہ علوم میں ایک

بھی ہے۔ جس میں ان اسماء کی وضاحت ہوتی ہے جو ہم شکل و رسم صورت ہوتے ہیں لیکن بلحاظ تلفظ ان میں تغیر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں قیاس و ضابطہ کو کوئی دخل نہیں۔ اور نہ ہی قرآن اس میں معاون ہو سکتے ہیں۔ علامہ نوویؒ اس فن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

« هو فن جلیل یفقیح جہلہ باہل العلم لا سیما اہل

الحدیث ومن لم یشتر خطوہ» ۱

امام ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ فن علوم حدیث میں سے اشد ترین ہے کیونکہ اس میں قیاس وغیرہ کو بالکل دخل نہیں ملے

دیگر فنون حدیث کی طرح اس فن کو جو اہمیت حاصل ہے وہ بالکل واضح ہے۔ ہماری نتیجہ و جستجو کے مطابق امام دارقطنیؒ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس فن پر یہ کتاب لکھی۔ اور ان سے قبل کسی نے بھی اس پر توجہ نہیں کی۔ امام دارقطنیؒ کے بعد جملہ اصحاب دانش و فکر نے ان ہی کی اتباع میں مختلف کتابیں

۱ تقریب مع التدریب ص ۶۴ ۲ شرح نخبۃ الفکر

تصنیف کیں۔ علامہ اکتالیؒ نے امام دارقطنیؒ کی کتاب کے متعلق فرماتے ہیں :-  
 کتاب المختلف والمتلف للدارقطنی وهو کتاب حافل  
 حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں :-

”کہ فیہ تصنیف مفید“

امام دارقطنیؒ کو اس فن پر کافی ملکہ حاصل تھا۔ خطیب بغدادیؒ نے رجب  
 بن محمد الانصاری سے نقل کرتے ہیں کہ ہم امام دارقطنیؒ کے پاس تھے کہ ایک  
 طالب علم حدیث کی قرأت کر رہا تھا اور امام دارقطنیؒ نماز پڑھ رہے تھے  
 قاری اچانک ایک ایسی حدیث سے گزرا جس میں ایک راوی نیر بن ذعلون  
 تھا لیکن قاری نے اسے بشیر بن ذعلون پڑھا۔ امام دارقطنیؒ نے جب یہ سنا تو نماز  
 کی حالت میں سبحان اللہ کہا۔ قاری نے دوسری مرتبہ بشیر بن ذعلون پڑھا۔ امام  
 صاحب نے یہ سن کر ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ کہا۔ تو قاری سمجھ گیا۔ اور  
 اس نے اپنی غلطی کو درست کر لیا۔

اسی طرح ایک واقعہ خطیب بغدادیؒ نے حمزہ بن محمد سے یوں نقل کیا ہے  
 کہ امام صاحب نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو عبد اللہ بن الکاتب نے ایک روایت  
 پڑھی جو عمرو بن شعیب کے طریق سے مروی تھی۔ لیکن انہوں نے اسے عمرو بن سعید  
 پڑھا۔ یہ سن کر امام صاحب نے نماز کی حالت میں سبحان اللہ کہا۔ ابو عبد اللہ نے  
 دوبارہ پڑھا شروع کیا تو عمرو پڑھ کر رک گئے۔ امام صاحب نے یہ سن کر

یہ آیت تلاوت کی "یا شعیبُ اصْلَاتُکَ قَاصِدًا اِنْ نَزَّلْنَا مَا  
یَجْبُدُ اَبَاؤُنَا" (الانبیاء)

یہ سن کر ابو عبد اللہؓ بن کاتب نے اپنی غلطی کی تصحیح کر لی۔ اس قسم کے  
واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ امام دارقطنیؒ کو اس فن میں کس قدر  
بصیرت حاصل تھی۔ سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ امام دارقطنیؒ کی یہ کتاب  
کتب خانہ محمودیہ اسکندریہ میں موجود ہے اسے

امام دارقطنیؒ کے بعد اس فن پر لکھنے والوں  
میں ان کے شاگرد حافظ عبد الغنی بن  
سعید المصری (سنہ ۲۰۹ھ) سرفہرست ہیں  
ان کی کتاب دراصل امام موصوتی کے

امام دارقطنی کے بعد  
اس فن پر لکھنے والے

فرمودات کا مجموعہ ہے

حافظ ابن حجرؒ کے قول کے مطابق انہوں نے اس فن پر دو کتابیں لکھی ہیں  
مشتبہ النسبہ اور دوسری مشتبہ الاسماء۔ حافظ عبد اللہ بن ادل انڈیا  
کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

"اما بعد فانی لما حینفت کتابی فی مؤلف اسماء المہدیثین  
وختلافها نظرت فاذا من ینسب منهم الی قبیلۃ  
او بلدۃ اور صنعة قد يقع فیہ من التصحیف والتزویف

فیه مثل ما يقع فی التخریفات فی الاسماء والکنی التي  
 حواها کتاب الموتلف والمختلف الذي تقدم  
 تصنیفی ایاة قبلی هذا الكتاب وغيره فاستخرت  
 الله تعالى والفت كتابا فی النسب منهم الى قبيلة  
 او بلدة او صنعة بیثبته انتسابه فی المخطوطات  
 فی اللفظ والمعنی اعلی من لیس له بذلك علم ولا له  
 به ذراية انتهى له

امام دارقطنی کی کتاب اختصارها قطب عبد اللہ بن علی الرضا علی (۵۲۲)  
 نے کیا جس کا نام "اعلام بها فی الموتلف والمختلف للدارقطنی من  
 الایهام" رکھا۔

اسی طرح خطیب بغدادی (۶۳۳ھ) نے امام دارقطنی اور قطب عبد اللہ بن علی  
 کی کتابوں کو یکجا جمع کیا اور اس میں بعض مقامات پر اضافہ بھی کیا اور اس کا نام  
 "الموتلف تکملة المختلف" رکھا۔ اس کے بعد امیر ابن ماکولانے اس  
 پر اضافہ کر کے ایک مستقل کتاب لکھی جس کا نام "الاکمال فی رفع الازتیاب  
 عن الموتلف والمختلف من الاسماء والکنی والاشاب" رکھا جو اپنے  
 موضوع پر بے نظیر تصنیف ہے۔ امیر ابن ماکولانے اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں  
 "جب میں نے خطیب کی کتاب جو دارقطنی اور عبد اللہ بن علی کی

۱۔ مقدمہ مشتبہ النسبة ص ۲ نظر الامانی ص ۱۰۰ و مقدمہ تحفة الاحوذی

۲۔ الرسالة ص ۹۷

المؤلف والمختلف اور عبد الغنی کی مشتبہ النسبہ کا تذکرہ ہے، دیکھی تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ انہوں نے بہت سی ایسی باتوں سے بھی تعرض کیا ہے جنہیں ان دونوں نے ذکر نہیں کیا اور کبھی ان دونوں یا ایک کے کسی بیان کی تکرار کر جاتے ہیں اور کبھی ان دونوں کی تخلیط میں خود غلطی کر جاتے ہیں۔ یا پھر ان دونوں کی واقعی غلطیوں پر متنبہ نہیں کرتے ہیں۔ اور کبھی خود انہیں وہم ہو جاتا ہے۔ تو میں نے مناسب جانا کہ ایک ایسی کتاب مرتب کروں جو تمام کی جامع اور ان اسماء پر مشتمل ہو جو ان کتابوں میں مذکور نہیں اور جن اسماء کے بارہ میں کوئی اشکال نہیں، انہیں چھوڑ دوں اور جن میں وہم یا اختلاف ہو اسے صحیح طور پر بیان کر دوں۔

امام حمیدیؒ کا قول اس کتاب کی اہمیت سے متعلق پہلے گزر چکا ہے حافظ ابن حجرؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں:-

”ثم جمع الجميع ابونصر ابن ماکولا في كتاب الاكمال و استدراك عليهم في كتاب آخر فجمع فيه ادھامہم و بینھا و کتابہ من اجمع من جمع في ذالك وهو عمدة كل محدث بعدہ“  
 علامہ الکنانی فرماتے ہیں:-

”هو في مجلدین في غاية الافادة و علیہ اعتماد المحدثین و ما

لہ مقدمہ کتاب الاكمال لابن ماکولا لہ شرح بختمہ العسکر



یحتاج الامیر ابو نصر معہ الی فضیلة اخرى“ لہ  
 اسی طرح مورخ ابن خلکان نے بھی ذکر کیا ہے کہ یہ کتاب الفاظ کے  
 ضبط اور مقید کرنے میں انتہائی سو و مند ہے۔ محدثین نے اس پر اکتفا دیکھا  
 اور اس جیسی اور کوئی کتاب نہیں۔ نیز امیر کے فضل و مرتبت کے لئے یہی  
 کتاب کافی ہے جس سے ان کی دست علم، کثرت اطلاع اور ضبط و اتقان  
 کا پتہ چلتا ہے۔

امیر ابن ماکولا کی کتاب ان دنوں حیدرآباد سے شیخ عبدالرحمن الیمانی  
 کی تحقیق سے طبع ہو رہی ہے جس کی چھ جلدیں آگئی ہیں اور ابھی  
 یہ صرف اربعین تک پہنچی ہے جس سے اس کی جامعیت کا اندازہ لگایا جاسکتا  
 ہے۔ امیر ابن ماکولا کی اس کتاب پر حافظ معین الدین ابو بکر محمد بن عبدالغنی  
 المعروف بابن نقطہ (۶۲۹ھ) نے ذیل لکھا ہے۔ علامہ الکنانی فرماتے ہیں۔

”فزیلہ بہا فاته او تجدد بعدہ و هو ذیل مفید قدر

ثلثی الاصل قال الذہبی و هو صنی بامامته و حفظہ“

اس کے بعد حافظ جمال الدین ابن الصابونی (۷۸۰ھ) اور حافظ منصور

بن سلیم (۷۶۳ھ) نے اس پر ایک ذیل لکھا۔ اسی طرح حافظ مخلطانی (۷۶۳ھ)

نے بھی ایک ذیل لکھا۔ جس میں شعرا کے اسماء و انساب کا بھی ذکر کیا ہے۔

لیکن اس میں اکثر اوہام ہیں۔ جیسا کہ علامہ الکنانی نے تصریح کی ہے۔

اسی موضوع پر حافظ ذہبی نے ایک کتاب "المشتبه فی اسماء الرجال" لکھی جو ۱۸۶۳ء میں لندن سے شائع ہو چکی ہے۔ لیکن مختصر سونے کے ساتھ ساتھ الفاظ کا ضبط چونکہ قلم ہی سے کیا گیا ہے بنا بریں اس میں اکثر غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر نے بعد میں اس پر استدراک لکھا جس کا نام "تصیروا المشتبه فی تخریر المشتبه" رکھا۔ علامہ سیوطی "تدریب الراوی میں فرماتے ہیں۔  
فجار شیخ الاسلام ابوالفضل ابن حجر فالف تصیروا المشتبه بتخریر المشتبه فضمه وحرره وضبطه بالحرث و استدراک ما فاتہ فی مجلد صغیر وهو اجل کتب هذا النوع۔"

حافظ ابن حجر کی اس کتاب کا قلمی نسخہ علامہ سورتی کے کتب خانہ ادب یانکی پور اور رام پور کی لائبریری میں موجود ہے۔ لیکن اب وہ چار جلدوں میں مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

یہ اس فن پر مشہور کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ اس موضوع پر سیحی بن علی المرمری محمد بن احمد شہرہ، عبدالرزاق المعتز بن ابی الفوطی شہرہ اور علامہ المارینی شہرہ وغیرہ کی تصانیف کا بھی ذکر ملتا ہے۔

۸۔ کتاب المدلسین: حافظ ابن حجر نے "طبقات المدلسین" کے مقدمہ میں انام دارقطنی کی اس تصنیف کا ذکر کیا ہے۔ تصانیف کے اعتبار سے یہ کتاب تیسرے نمبر پر ہے۔ سب سے پہلے اس فن پر

حیدر بن علی الکراچی صاحب التنافی ۱۲۸ھ کی تصنیف ہے۔ پھر اس کے  
 بعد امام نسائی نے کتاب لکھی۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں "حجاج  
 بن ارطاط" کے ترجمہ میں امام نسائی سے ایک مجموعہ مدلسین کا ذکر کیا ہے۔ اس کے  
 بعد امام دارقطنی نے کتاب المدلسین کے نام پر ایک رسالہ لکھا۔  
 ان کے بعد شہید بغدادی نے "التبیین لاسماء المدلسین"  
 میں مدلسین کو ایک جگہ جمع کیا۔ حافظ ذہبی نے بعد میں ان اسماء کو نظم کیا۔ ان  
 کے بعد ان کے تلمیذ حافظ ابو محمود احمد بن المقدسی نے مدلسین کو ایک ارجوزہ میں  
 جمع کیا۔ حافظ ذہبی اور حافظ ابو محمود کے ارجوزہ کا خطی نسخہ میرے پاس  
 موجود ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی اس موضوع پر رسائل لکھے گئے۔ لیکن ان سب میں  
 حافظ ابراہیم بن محمد علی ۱۲۸ھ کا رسالہ التبیین لاسماء المدلسین اور حافظ  
 ابن حجر کا "طبقات المدلسین" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔  
 حافظ ابن حجر کی تصریح کے مطابق "التبیین" میں ۱۱۲ مدلسین راولوں کو  
 ذکر ہے۔ کافی دیر ہوئی کہ ہم نے اس کا مطبوعہ نسخہ دیکھا تھا۔ حال ہی میں حضرت  
 مولانا فیض الرحمن الثوری مدظلہ العالی کی وساطت سے حضرت مولانا عبدالنور  
 مدنی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ ملا جس میں تقریباً کل ۹۶ مدلسین کا ذکر ہے۔  
 والد ثعالی اعلم۔ حافظ ابن حجر کے رسالہ میں ۱۵۲ مدلسین کا ذکر ہے۔  
 لیکن اس کے باوجود بعض ایسے مدلس سادی بھی ملتے ہیں جن کا ذکر دونوں کتابوں  
 میں نہیں ملتا۔ طبقات المدلسین میں بعض مقامات پر غلطیاں ہیں۔

توفیق عطا فرمائیں تو "طبقات المدین" کو دوبارہ مرتب کرنے کے مع اللہ واہد  
شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ ونا توفیقی الا باللہ۔

### ۹۔ کتاب التصحیف :- معزۃ علوم الحدیث کا ایک شعبہ تصحیف

بھی ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ اس فن سے واقفیت کے لئے خاص اہتمام  
کیا کرتے تھے۔ پھر بھی بقول امام احمدؒ کون سے جو تصحیف و خطا سے بچ سکا ہو  
اس قسم کے مشکل اور ادق موضوع پر امام دارقطنیؒ کی کتاب ان کی قدر  
مترت کو مزید اجاگر کرتی ہے۔ حاجی خلیفہؒ نے کشف الظنون میں اس کا ذکر  
کیا ہے۔ علامہ نوویؒ رقمطراز ہیں :- "لہ فیہ تصحیف مفید"۔

امام دارقطنیؒ کو اس فن پر جس قدر عبور حاصل تھا اس کا ذکر ہم امام دارقطنیؒ  
کے اساتذہ کے ضمن میں کر آئے ہیں۔ علامہ سیوطیؒ ان کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں کہ "انہوں نے اس کتاب میں ہر قسم کی تصحیف کا ذکر کیا ہے"  
علامہ موصوفی نے اس کی چند مثالیں بھی دی ہیں۔ حائظ ابن حجرؒ نے بھی ان کا ذکر  
تہذیب التہذیب میں "عثمان بن محمد" کے ترجمہ میں کیا ہے۔

### ۱۰۔ کتاب العین :- حاجی خلیفہؒ، اسماعیل پاشا اور علامہ الکتانیؒ نے اس

کا ذکر کیا ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلے امام  
عبداللہ بن المبارک الحنفلیؒ کی کتاب کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر اہل  
علم نے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔

۱۔ تہذیب الراوی ۲۔ تقریب ۳۔ تہذیب ص ۱۵۱ ج ۷

۱۔ کتاب الافراد۔ محدثین کی اصطلاح میں افراد و غرائب ان حدیثوں کو کہتے ہیں جو اپنے شیخ کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ ہوں۔ اس کے علاوہ افراد کی یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ ایک راوی ہی اسے روایت کرے یا ایک شہر ہی کے راوی ایک روایت کو بیان کرنے میں متقدم ہوں۔ یا ایک راوی دوسرے راوی سے بیان کرنے میں متقدم ہو۔ اگرچہ کسی اور واسطے سے بھی وہ روایت مروی ہوئے۔

حافظ دارقطنی نے اسی موضوع پر ایک سوا جزا پر مشتمل ایک کتاب لکھی جو "کتاب الافراد" کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ الکتانی اور حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا ہے حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

« کتاب الافراد لا يفهمه فضلا عن ان ينظمه الا من هو من الحفاظ الافراد والائمة النقاد والجهابذة الجياد »

علامہ الکتانی نے لکھا ہے کہ حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر نے امام دارقطنی کی کتاب الافراد کو حروف تم پر مرتب کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کا ذکر حافظ مقدسی کے ترجمہ میں یوں کیا ہے :-

« له اطراف افراد الدارقطني »

حافظ البیہقی نے غیلاتیات، تعلیاتیات، فوائد (رازی) اور افراد دارقطنی کو دو جلدوں میں فقہی ابواب پر جمع کیا ہے۔ علامہ الکتانی نے لکھا ہے کہ

حافظ سخاوی کے خط سے لکھا ہوا وہی مخطوطہ میں آئے ایک جلد میں دیکھا ہے  
 اور کتاب الافراد کا قلمی نسخہ مکتبہ ظاہریہ مصر میں موجود ہے۔  
 ۱۲۔ کتاب غرائب مالک۔ اس کتاب میں امام دارقطنی نے امام  
 مالک کی ان مرویات کو جمع کیا ہے جو موطا میں مذکور نہیں۔ ابن عبد البر کہتے  
 ہیں کہ یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔

۱۳۔ کتاب من حدیث رسولی :- محدثین کی اس اصطلاح کی تفصیل یوں  
 ہے۔ کہ جب کوئی شیخ ایک روایت اپنے  
 شاگردوں کو بیان کرے۔ اور بعد میں وہ خود اسے بھول جائے تو اس کا کیا حکم ہے  
 علماء فن نے لکھا ہے کہ شاگردوں کے یاد دلانے سے اگر وہ انکار کر دے تو  
 روایت بالاتفاق مردود ہوگی ورنہ مقبول۔

امام دارقطنی نے اس رسالہ میں اسی قسم کی روایات کو جمع کیا ہے۔ جس کا ذکر  
 حافظ ابن حجر اور علامہ الکفائی نے کیا ہے۔  
 ۱۴۔ کتاب المستحجاب حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کشف الظنون ص ۱۲۵۸  
 ج ۲ میں کیا ہے۔

۱۵۔ کتاب الامانی۔ اس کا ذکر علامہ سیوطی نے کیا ہے۔  
 ۱۶۔ کتاب البروقیۃ۔ حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" اور اس میں پائے جانے  
 ہدیۃ العارفین میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ کتاب پانچ اجزا پر  
 مشتمل ہے۔

۱۔ الرسالہ ص ۱۲۲ شرح نخبۃ الفکر ص ۹۱۰ (کراچی) الرسالہ ص ۷۶  
 ۲۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ ص ۸۹ ج ۹ کشف الظنون ص ۱۲۲۱ ج ۲

شیخ محمد یوسف نے "المخطیب البغدادی ومورخ بغداد وحدثها" میں اس کا نام "کتاب روایۃ اللہ تعالیٰ" نقل کیا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کتاب علیحدہ ہو۔ واللہ تعالیٰ۔

۱۷۔ کتاب المدنیج - اصطلاح محدثین میں روایت المدنیج "اور روایت" "الاقران" میں ایک باریک فرق ہے۔ جس کی وضاحت یہاں ضروری ہے تاکہ دونوں میں فرق اور اس کی اہمیت کا آسانی سے اندازہ کیا جاسکے۔

چنانچہ دویم عصر محدث جب سن اور اسناد میں قریب قریب ہوں تو ان کی روایات دو حالتوں سے خالی نہیں ہوں گی۔

(۱) المدنیج (یہ میم کے صمہ وال کے فتح اور باکی تشدید اور آخر میں جم کے ساتھ

پڑھا گیا ہے) یہ وہ روایت ہوتی ہے۔ جس میں دو عصر ایک دوسرے

سے روایت کریں۔ اور یہ سلسلہ صحابہ کرام تا بعین عظام اور اسی طرح

تبع تابعین اور آخرت تک چلا آتا ہو۔ جس کی چند امثلہ امام حاکم نے

"معروف علوم الحدیث" میں دی ہیں۔ مثلاً عمر صحابہ کی مثال بیان کرتے

ہوئے فرماتے ہیں۔

"حد ثنا ابوالعباس محمد بن یحییٰ بن یعقوب قال حد ثنا الحسن بن

علی بن عفان العاصری قال ثنا ابواسامہ قال ثنا عبید اللہ

بن عمر عن محمد بن یحییٰ بن حبان عن عبد الرحمن الاعرج

عن ابی ہریرۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہما قال نقدت لبنی

صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ من الفلش

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

امام دارقطنی نے کتاب المدنیج میں اسی قسم کی روایات جمع کی ہیں۔ اس کا ذکر حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ص ۲۱۲ ج ۳، حافظ ابن حجر نے مسان المیزان ص ۶۷ ج ۲، علامہ سیوطی نے تدریب الراوی ص ۲۲۷، خطیب بغدادی نے تاریخ ص ۲۳۲ ج ۷، اور علامہ القرطبی نے احکام القرآن ص ۶۲۵ ج ۶ میں کیا ہے۔

حافظ عراقی کے قول کے مطابق اصول حدیث میں فن مدنیج کا اضافہ سب سے پہلے امام دارقطنی نے کیا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ ان کی یہ کتاب ایک مبسوط جلد پر مشتمل ہے۔

(۲) الاقران ایسی روایت کو کہتے ہیں جس میں دو ہم عصر محدثین ایک حدیث کو ایک دوسرے سے روایت کیا کریں۔ لیکن اس میں یہ تصریح نہ ہو کہ اس کے دوسرے ساتھی نے بھی اس سے روایت کی ہے۔

امام حاکم نے اس کی بھی چند مثالیں ذکر کی ہیں۔ علامہ عراقی فرماتے ہیں۔ کہ کبھی کبھار ایک روایت میں متعدد ہم عصر بھی ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں مثلاً امام احمد بواسطہ ابو خلیثمہ۔ زہیر بن حرب عن یحییٰ بن مین عن علی بن المدینی عن علی بن عبد اللہ بن معاذ عن ایوب عن سعید بن ابی بکر بن عقیس عن ابی سلمہ حضرت



عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کرتے ہیں۔

”کن ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذن من

شعورهن حتی یکون کالو فرجہ“ لے

سوا اس روایت میں پہلے چار حضرات ایک ہی زمانہ کے ہیں۔ جو اسے ایک

دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔

امام دارقطنی نے اس موضوع پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا ذکر عنقریب

آ رہا ہے۔

(۱۸) کتاب القراءت - امام دارقطنی صرف حدیث کے ہی امام نہ تھے

بلکہ قرآن کے ساتھ بھی انہیں گہرا رگڑ تھا۔ ابن خلدان رقمطراز ہیں :-

”وکان اماما فی علوم القرآن“ لے

چنانچہ فن قرأت پر انہوں نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کے ابتداء میں چند ابواب

ایسے ذکر کئے ہیں جن میں اصول و قواعد کو بیان کیا ہے۔ اور پورے مصنفین نے

اس طریقہ میں ان ہی کی پیروی کی ہے۔ علامہ ابن جریر فرماتے ہیں :-

وآلف فی القراءت کتاباً جلیلاً لم یؤلف مثله وهو اول

من وضع ابواب الاصول قبل القریش ولم یعرف مقدار

هذا الكتاب الا من وقت عليه“ لے

خطیب بغدادی اسی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لے والحدیث اخرجه مسلم ص ۱۳۸ ج ۱ لے وفيات الاعیان ص ۲۶ ج ۱

لے نغایة النغایة فی طبقات القراء ص ۵۵۹ ج ۱

”منها المقرات فان له فيها كتابا مختصرا موجزا جمع  
 الاصول في ابواب عقدها اول الكتاب وسمعت بعض من  
 يعلتنى بعلوم القرآن يقول لم يستبق الواحش الى طريقته  
 التي سلكها في عقد الابواب المقدرتها في اول المقرات  
 وصار القراء بعدة يسلكون طريقتهم في تصانيفهم“ لہ  
 زرکلی نے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنی آخری عمر میں بغداد میں لکھی تھی لہ  
 ۱۹۔ کتاب القضاء بالیمن مع الشاہد۔ علامہ الکتانی نے اس کا ذکر  
 الرسالہ ص ۲۲ میں کیا ہے۔

۲۰۔ کتاب الاثوۃ۔ یہ بھی فن حدیث کا ایک اہم شعبہ ہے۔ چونکہ دو شخصوں کی  
 ولایت میں اشتراک کی بنا پر انہیں حقیقی بھائی سمجھتے یا نہ سمجھتے میں اشتباہ پیدا  
 ہو جاتا ہے جس کی بنا پر محدثین نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں امام علیؑ بن  
 ابی طالب، امام مسلم، ابو داؤد، النسائی، ابوالعباس السراج کی کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔  
 ابن قتییبہ نے بھی اس پر ایک کتاب لکھی ہے۔

امام دارقطنیؒ کی اس کتاب کا ذکر حافظ ابن حجر نے الاصابہ ص ۵۹ ج ۸  
 اور علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی ص ۵۱۲ میں مختصر بین کی بحث کے تحت کیا ہے  
 ۲۱۔ کتاب القوائد المنتخبۃ العوالی من الشیوخ الثقات۔ اس کے  
 متعلق علامہ ابوالسحاق ابراہیم بن محمد بن یحییٰ نے اطلاع دی ہے لہ

لہ تاریخ بغداد ص ۳۴ ج ۱۲ لہ اعلام ص ۵۳ ج ۵ لہ فہرست الخزانۃ الیومیہ ص ۲۲۵  
 ج ۱

۲۲۔ کتاب الرمی والنضال۔ شیخ محمد یوسف نے اس کا ذکر الخطبیب  
البغدادی و مورخ بغداد و محدثہا ص ۹۶ میں کیا ہے۔

۲۳۔ مسند البر حنیفہ۔ ایضاً ص ۹۷

۲۴۔ تسمیۃ من روی عن اولاد العشرة۔ ایضاً ص ۱۰۸

۲۵۔ کتاب الاستخیار۔ رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ اس میں امام

دارقطنی نے ان روایات کو جمع کیا ہے جو صحیحوں کی نسبت مروی ہیں۔

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال پارک اسٹریٹ کلکتہ کے انتظام سے اپریل ۱۹۳۶ء

میں طبع ہو چکی ہے۔ محمد یوسف مذکور نے اس کا نام کتاب الاجاد ذکر کیا ہے۔

ایضاً ص ۱۰۲

۲۶۔ سوالات البرقانی۔ ایضاً ص ۹۶

۲۷۔ سوالات حمزہ عن الدارقطنی۔ الاعلان بالتوزیح ص ۲۳۱ ص ۱۹۹

۲۸۔ سوالات الحاکم عن الدارقطنی۔ لسان المیزان ص ۱۹۸ ج ۱۔ تشکیل ج ۱

۲۹۔ سوالات السلی۔ لسان ص ۲۲۸ ج ۲

شیخ محمد یوسف کی متابعت میں ہی ہم نے ان سوالات کو امام دارقطنی کی تصانیف

شمار کیا ہے۔ سوالات السلی کا قلمی نسخہ استنبول کے مکتبہ میں موجود ہے جس کے ۱۶

ورق ہیں۔ اور بخط ابو بکر بن علی بن اسماعیل الانصاری الشافعی سے اس نسخہ کا

۳۰۔ کتاب الرواة عن مالک۔ لسان المیزان ص ۱۳۰۔ ۲۵۲ ج ۲۔

عمدة القاری ص ۱۸ ج ۲۔ الاعلان بالتوزیح ص ۲۳۶

- ۳۱۔ کتاب المجتبیٰ امام ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب نے مشکوٰۃ المصابیح کے باب الممشی بالجماعة والصلوة علیہا کی آخری حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے رواہ الدارقطنی فی المجتبیٰ۔
- ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں اسے امام دارقطنی کی منتقل تصنیف قرار دیا ہے۔ لیکن مولانا عبد اللہ رحمانی دامت برکاتہم نے مرعۃ المفاتیح میں ص ۲۹۶ ج ۲ میں اسے کتاب السنن ہی کا دوسرا نام بتلایا ہے۔ اور شیخ البانی نے کہا ہے کہ یہی درست ہے ملاحظہ ہو مشکوٰۃ البانی ص ۵۳۳ ج ۱
- ۳۲۔ المعرفۃ بذمیر الفقہاء حاجی خلیفہ نے کشف ص ۳۹ ج ۲ اور اسماعیل پاشا نے بدایۃ الناریین ص ۶۸۴ ج ۱ میں اس کا ذکر کیا ہے۔
- ۳۳۔ رجال بخاری۔ ظفر الامانی ص ۳۸۔
- ۳۴۔ المعرفۃ بالادب والشعر۔ خطیب بغدادی نے تاریخ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے نیز امام دارقطنی کے تصانید کا ذکر حافظ ابن کثیر نے النہایہ ص ۱۴ ج ۲ میں کیا ہے۔
- ۳۵۔ کتاب الموطات۔ الثکت لاین حجر قلمی ص ۲۰۹۔ فتح الباری ص ۲۲۰ ج ۱
- ۳۶۔ الجہر بلسیم اللہ۔ نصب الراية ص ۳۳۵ ج ۱
- ۳۷۔ کتاب فضائل الصحابة۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری ص ۱۱۶ ج ۲ مطبع دہلی میں اس کا ذکر کیا ہے۔ دیو الخوالہ بیانات اگست ۱۹۶۳ء
- ۳۸۔ الاہر بالمعروف والنہی عن المنکر۔ علامہ ابو عبد اللہ المقدسی نے الادب الشرعیہ ص ۱۷۷ ج ۱ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۳۹۔ کتاب السنۃ - تہذیب التہذیب ص ۱۱۶ ج ۲ - عمدة القاری ص ۱۹۸ ج ۲

۴۰۔ مسند مالک - کشف الظنون

۴۱۔ غریب اللغۃ - بدیۃ العارفين ص ۶۸۲ ج ۱ حضرت نواب صدیقی ص

فی البلیغ فی اصول اللغۃ ص ۱۰۸ اور حاجی خلیفہ نے کشف ص ۱۴۵۸ ج ۱ میں

لکھا ہے کہ محمد بن طاہر المقدسی نے اس پر اطراف بھی لکھے ہیں۔ لیکن حافظ مقدسی

کے اطراف «الافراد» پر ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔ شاید حاجی خلیفہ سے وہم

ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

۴۲۔ الریاضیات - اس میں امام دارقطنی نے امام شافعیؒ کی ریاضیات کو

صحیح کیا ہے۔ الرسالہ ص ۸۲۔ کشف الظنون۔

۴۳۔ کتاب الاقران - لسان المیزان ص ۲۳۶ ج ۵

۴۴۔ ذیل علی تاریخ البخاری۔ ایضاً ص ۳۷۷ ج ۵۔ الاعلان بالتبیین

ص ۲۲۰۔ یہ ذیل صرف محمد بن سے خاص ہے۔

۴۵۔ ذیل علی لغات ابن حبان۔ اس کا ذکر علامہ الکتانی نے کیا ہے

۴۶۔ انتخاب احادیث البیہاری۔ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان

میں البیہاری کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۴۷۔ کتاب المساجد۔ بدیۃ العارفين ص ۶۸۲ ج ۱

۴۸۔ ذکر التابعین ومن بعدہم ممن صححت روایتہ عنہ بخاری و مسلم۔

مجلدینات جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

۴۹۔ الاحادیث التي خالف فيها امام دار الهجرة مالك بن النضر۔  
 اس میں امام دارقطنی نے امام مالک کی ان روایات کو جمع کیا ہے جنہیں امام  
 مالک نے مؤطا میں اور الفاظ سے اور اس کے علاوہ روایت کرتے ہوئے دوسرے  
 الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن خیر نے اس کا ذکر کیا ہے۔

۵۰۔ احادیث ابی اسحاق ابراہیم بن محمد بن یحییٰ المزنی النیسابوری  
 فرست مارواه عن شیوخہ لابن خیر ص ۱۸۰  
 ۵۱۔ مقدمہ کتاب الفتناء والفتروا کتب من الحدیثین۔ ایضاً ص

۲۰۹۔ نیز کہا ہے کہ یہ ایک جہز میں ہے۔

۵۲۔ کتاب المذبح۔ فتح الباری ص ۱۵۶ ج ۲۔ کتاب الصیام۔ ممکن  
 ہے کہ صحیح کتاب المذبح پہ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ کیونکہ حافظ  
 ابن حجر نے جس روایت کو نقل کیا ہے وہ بطریق "عبداللہ بن المبارک عن سعید  
 بن عامر الصنعی عن اشعث عن الحسن" ہے۔ عبداللہ بن مبارک اور سعید الصنعی  
 معاصر ہیں۔ البتہ سعید الصنعی کا ابن المبارک سے روایت کرنا محل نظر ہے۔ واللہ اعلم  
 ۵۳۔ المستخرج علی الصحیح۔ حافظ فریبی نے تذکرۃ الحفاظ ص ۲۷۵ ج ۲  
 میں اس کا ذکر یوں کیا ہے۔

"وقد اختلفت به عامة من خرج الصحیح کالاسماعیلی والدارقطنی"  
 ممکن ہے کہ یہ الالزامات ہی کا دوسرا نام ہو کیونکہ ان دونوں کا مضمون بظاہر  
 ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۵۴۔ العیلاتیات۔ لسان المیزان ص ۳۶ ج ۲ الرسالۃ المستطرفہ ص ۷۸

۵۵۔ شیوخ البخاری - تہذیب التہذیب ص ۸۵ ج ۱ و ص ۳۳ ج ۲

۵۶۔ الرواة عن الشافعی - ایضاً ص ۹۰ ج ۱

۵۷۔ شیوخ الشافعی - اس کا ذکر امام بیہقی نے "کتاب بیان الخطار

من اخطأ علی الشافعی" میں کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے۔

۵۸۔ احادیث نزول یاری تعالیٰ - حافظ ابن کثیر نے "المستقرین

بالاسحار" (الایہ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وقد افرد الحافظ ابو الحسن الدارقطنی فی ذلك جزءاً علی

حدیة فرواہ من طرق متعدداً، لے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے شرح حدیث النزول ص ۱۵ میں بھی اس کتاب کا

ذکر کیا ہے۔

۵۹۔ احادیث الموطا و اتفاق الرواة عن مالک و اختلافہم فیما

زیادۃ و نقصاً۔ الموطا جو امام مالک کی مشہور کتاب ہے۔ اس کے

مشہور نسخوں کی بنا پر انہیں جو اختلاف تھا امام دارقطنی نے اس کو ملحوظ رکھتے

ہوئے متفق علیہ اور مختلف فیہ فرمایا کی اس میں نشان دہی کی ہے۔ امام دارقطنی

فرماتے ہیں یہ ذکر ما اسند مالک ہماروی عنہ فی الموطا علی اختلاف

الرواة ہنہ فیہ بذکر اختلافہم و اتفاقہم و افراد لبعثہم عن

بعض بالروایۃ عنہ دون غیر الموطا من حدیثہ "لے

امام دارقطنی نے اسے امام مالک کے شیوخ کے اعتبار سے ان روایات کو

یہ تفسیر ابن کثیر ص ۳۵۳ ج ۱۔ لے احادیث الموطا و اتفاق الرواة عن مالک الخ ص ۸

ذکر کیا ہے۔ اور اس کی بھی صراحت کی ہے کہ اس سے امام مالکؒ نے موطا میں  
کتنی اور کہاں کہاں روایات لی ہیں۔ امام دارقطنیؒ کی یہ کتاب شیخ محمد زاید کوثری  
کی کوشش سے مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

۶۰ حاشیہ سنن الدار قطنی للدار قطنی۔ حافظ ابن حجرؒ

نے اس حاشیہ کا ذکر لسان المیزان اور تہذیب التہذیب میں متعدد  
مقامات پر کیا ہے۔ تلخیص الجیر ص ۵۶ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

۶۱۔ شیوخ مسلم۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ص ۱۰۰

ج ۴ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

یہ ہیں امام دارقطنیؒ کی وہ گراں قدر تصانیف جن کا علم سر دست  
ہمیں نتیجہ و تلاش سے ہوا۔ نامعلوم ان کے علاوہ کس کس موضوع پر کتنی اور  
کس قدر کتابیں تالیف کی ہوگی۔ علامہ عراقیؒ ان کی تصنیفات کے متعلق  
لکھتے ہیں:- "ولہ مصنفات یطول ذکرہا" اور اسی پر ہم اس  
دستان کو ختم کرتے ہیں۔

**وقایع**۔ مشہور روایت کے مطابق آپ ذی القعدہ ۳۸۵ھ

میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت النوابؒ نے اتحاف النبلا میں ان کی وفات ۳۳۵ھ ذکر کی ہے۔ جس پر صاحب  
ابرازا لفظی نے تعاقب کیا ہے۔ لیکن واضح ہے کہ حضرت النوابؒ نے یہ سن صاحب کشمیر سے  
نقل کیا ہے۔ لہذا ان پر اس قسم کے تعاقب بے جا ہیں۔ مزید یہ کہ صاحب ابرازا نے اقرار  
بھی کیا ہے کہ "ان الناقل من حیث انه ناقل لا یورد علیہ شیء۔ ابرازا لفظی ص ۴۱  
تفصیل کے لئے دیکھیے "تیمرة الناقد" ص ۸۳۔



مازہ جازہ شیخ ابو حامد الاسفراہینی نے پڑھائی۔ اور باب الدیر میں معروف  
 کرخی کی قبر کے نزدیک سپرد خاک کر دیے گئے۔ اللھم نور ضریحہ  
 امیر ابن ماکولہ کا بیان ہے کہ میں نے رمضان المبارک میں ایک خواب دیکھا  
 کہ میں کسی سے امام دارقطنی کے متعلق سوال کر رہا ہوں۔ کہ آخرت میں ان کے  
 ساتھ کیا گزری۔ تو اس نے جواب دیا کہ انہیں جنت میں امام کے لقب سے  
 بلایا جاتا ہے۔ ہذا آخر ما اردت تشویدہ فی ہذہ المقالة الوجیزۃ

اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ دَلِيٌّ فِي

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا

وَالْحَقِّنِي بِالصَّالِحِينَ

امین

يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

ارشاد الحسن عفا اللہ عنہ

عن والديه واساتذته

واخوانه اجمعين

۱۸ جمادی الآخر ۱۳۹۱ھ

## مصادر وما أخذ

- |                             |                              |
|-----------------------------|------------------------------|
| ١٤ - يستبان المحدثين        | ١ - ابرار الخي               |
| ١٥ - فنن كرتة الحفاظ        | ٢ - اتمخاف النبلاء           |
| ١٨ - تدريب الراوى           | ٣ - احاديث المؤطا و          |
| ١٩ - تاريخ بغداد            | اتفاق الرواة عن مالك         |
| ٢٠ - تهذيب التهذيب          | ٤ - احسن الكلام              |
| ٢١ - تقريب التهذيب          | ٥ - الاصابه في معرفه الصحابه |
| ٢٢ - تقريب للنوى            | ٦ - الاعلام                  |
| ٢٣ - التعليق المعنى         | ٧ - اعلان بانقويه            |
| ٢٢ - تلخيص الجير            | ٨ - الاداب الشرعيه           |
| ٢٥ - التذنيب                | ٩ - الاكمال في اسماء الرجال  |
| ٢٦ - التكيل بما في تانيب    | ١٠ - الاصلاح الممكنون        |
| الكوشى من الاباطيد          | ١١ - الاصابه بمعاني          |
| ٢٤ - التبين لاسماء المدلسين | ١٢ - المبدال الطالح          |
| ٢٨ - تاج المكل              | ١٣ - المبداه                 |
| ٢٩ - تفسير احكام القرآن     | ١٤ - الباعث الحثيث           |
| (القرطبي)                   | ١٥ - البلغ في اصول اللغه     |

- ٣٨ - دليل لحظ الالحاظ  
 ٣٩ - سنن دارقطني  
 ٤٠ - سنن ابوداؤد  
 ٤١ - شرح مشكوة لابن ابي  
 ٤٢ - شرح حديث نزول  
 ٤٣ - شرح فنية الفكر  
 ٤٤ - شذرات الذهب  
 ٤٥ - صادم المنكي  
 ٤٦ - طبقات الشافعية  
 ٤٧ - طبقات المدلسين  
 ٤٨ - ظفر الاماني  
 ٤٩ - عمدة القاري  
 ٥٠ - العبر في خبر من غير  
 ٥١ - مجاله نافع  
 ٥٢ - علوم الحديث  
 ٥٣ - غاية النهاية في  
 طبقات القراء  
 ٥٤ - فيض القدير للمناوي  
 ٥٥ - فتح الباري

- ٣٠ - تصحيح النظر شرح شرح  
 التحيّة الفكر  
 ٣١ - تفسير ابن كثير  
 ٣٢ - تيسرة الناقد  
 ٣٣ - تفسير مطهري  
 ٣٤ - تلخيص المستدرک  
 ٣٥ - تاريخ ادب العرب  
 ٣٦ - تقويم تاريخي  
 ٣٧ - توجيه النظر  
 ٣٨ - التاريخ الكبير  
 ٣٩ - الجامع الصحيح للبخاري  
 ٤٠ - الجامع الصحيح لمسلم  
 ٤١ - الجامع الصغير  
 ٤٢ - الخلاصة تذهيب لكمال  
 ٤٣ - السالك المستطرف  
 ٤٤ - رجال كشي  
 ٤٥ - الرفع والتكميل  
 ٤٦ - الرد على المبكدي  
 ٤٧ - دائرة المعارف الاسلاميه

- ٨٣- كتاب الموضوعات  
 ٨٤- كتاب الضعفاء والمتروكين  
 للنسائي  
 ٨٥- لسان الميزان  
 ٨٦- الآلي المصنوع  
 ٨٧- لحظ الالحاظ  
 ٨٨- مقدمة تحفة الاحوذى  
 ٨٩- المستدرک  
 ٩٠- مجلد برهان  
 ٩١- مقدمه فتح الباری  
 ٩٢- مقدمه التعليق المجد  
 ٩٣- مقدمه التعليق المعنى  
 ٩٤- مقدمه فيض الباری  
 ٩٥- مقدمه ابن الصلاح  
 ٩٦- مسك الختام  
 ٩٧- معرفة علوم الحديث  
 ٩٨- ميزان الاعتدال  
 ٩٩- من تكلم فيه وهو موثق  
 (رقلمى)

- ٩٩- فهرست الخزانة اليموتية  
 ١٠٠- فتح المغيث للسناوى  
 ١٠١- فتح المغيث للعراقى  
 ١٠٢- الفهرس لابن خير  
 ١٠٣- فهرست دار الكتب المصرية  
 ١٠٤- الفوز الكرام (رقلمى)  
 ١٠٥- فيض الباری  
 ١٠٦- الفوائد البهية  
 ١٠٧- فتوى شيخ الاسلام  
 ابن تيمية  
 ١٠٨- قواعد التحديث  
 ١٠٩- كشف الظنون  
 ١١٠- كتاب الالتزامات (رقلمى)  
 ١١١- كتاب التتبع (رقلمى)  
 ١١٢- الكفاية  
 ١١٣- كتاب العلال للدارقطنى (رقلمى)  
 ١١٤- كتاب الكنى للدولابى  
 ١١٥- كتاب بيان الخطأ من الخطأ  
 على الشافعى

- ١٠٠ - مجلد معارف ج ٢٧  
 ١٠١ - مقالات سيد سليمان ندوي  
 ١٠٢ - مفتاح السنة  
 ١٠٣ - مقدمه مشتبه النسبه  
 ١٠٤ - مقدمه الاكمال لابن مالك  
 ١٠٥ - مقدمه طبقات الصوفيه  
 (المسلمي)  
 ١٠٦ - مرقاة شرح مشكوة  
 ١٠٧ - مرعاة المفاتيح  
 ١٠٨ - مشكوة المصابيح  
 ١٠٩ - مجلد بينات سنة ١٨٨٣  
 ١١٠ - موطا امام مالك  
 ١١١ - معجم البلدان  
 ١١٢ - المنتظم في تاريخ الملوك  
 والاهم  
 ١١٣ - مفتاح السعادة  
 ١١٤ - منهاج السنة النبويه
- ١١٥ - مشتبه النسبه  
 ١١٦ - موارد الظمان  
 ١١٧ - مقدمه كتاب العدل  
 لابن ابي حاتم  
 ١١٨ - نصب الراية  
 ١١٩ - نيل الاوطار  
 ١٢٠ - النكت لابن حجر (قلمى)  
 ١٢١ - النهايه ابن كثير  
 ١٢٢ - وفيات الاعيان  
 ١٢٣ - هديته العارفين  
 ١٢٤ - سنن ترمذى  
 ١٢٥ - صحيح ابن حبان (قلمى)  
 ١٢٦ - تنزيه الشريعة

# ادارہ کی ویکر مطبوعات

## اصحاح ستہ اور ان کے مؤلفین

یہ ادارہ علوم اشریہ کی پہلی پیش کش ہے جو کہ زیر تربیت علماء کے ائمہ ستہ اور ان کی مؤلفات پر لکھے ہوئے مقالات کا مجموعہ ہے اس میں اختصار کے ساتھ ائمہ کرام کے حالات و سوانح، ان کی مؤلفات کے مقام و مرتبہ، اہمیت و عظمت، شرائط و تقابل، خصوصیات اور عدد و روایات کے متعلق فنی نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے نیز ائمہ کرام کے فقہی مسلک پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کتاب اہل علم خصوصاً مدارس عربیہ کے حضرات اساتذہ کرام اور طلبہ کے لئے ایک بیش بہا تحفہ ہے۔



## ۲۔ کتابتِ حدیثِ شامی عہدِ تابعین

مترتب: محمد خالد سیف

یہ کتاب مستشرقین اور منکرینِ حدیث کے کتابتِ حدیث کے سلسلہ میں اعتراض کا بے شمار اہمات کتب سے لاتعداد اور ناقابلِ تردید دلائل کے ذریعہ مسکت جواب ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ کتابتِ حدیث کی داغ بیل عہدِ رسالت میں ہی پڑ چکی تھی۔ عہدِ صحابہ میں یہ تحریک پروان چڑھی اور عہدِ تابعین میں پورے عروج پر پہنچ گئی۔

یہ کتاب اہلِ علم کے لئے پیش بہانہ ہے، متلاشیانِ حق کے لئے اہم دستاویز اور مستشرقین و منکرینِ حدیث کے لئے ایٹم بم ہے



## ۳۔ النسخ والمسنوخ

مرتبہ :- عبد الرحمان حنیف

من تفسیر و حدیث میں اس مسئلہ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اہل علم حضرات سے مخفی نہیں۔ اس کتاب میں اسی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں مثلاً نسخ کے معنوی اور اصطلاحی معنی، نسخ کی تعریف اور اس میں اختلاف، نسخ کے بارے میں مختلف نظریات شریعت اسلامیہ میں نسخ اور اس کی حکمت، نسخ اور بسا میں فرق نسخ کی صورتیں اور بحث نسخ پر تالیفات وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

## ۴۔ حدیث موضوع اور اس کے مراجع

مرتبہ :- محمد اکرم رحمانی

امت مسلمہ کو جن فتنوں سے دوچار ہونا پڑا ان میں سے ایک وضع حدیث کا فتنہ بھی تھا جیسے ہم مضراثرات کے لحاظ سے دین میں سب سے بڑا فتنہ قرار دے سکتے ہیں۔ اس کتاب میں وضع حدیث

کی ابتداء، اسباب و وضع حدیث، فتنہ وضع حدیث اور سلف صالح، موضوع روایات کے مراجع، موضوع حدیث اور اس کی علامات اور حدیث موضوع پر مشتمل کتب وغیرہ مختلف مباحث پر تفصیل سے روشنی



## ادارہ علوم اشریہ لائل پور

اس ادارے میں تخصص فی الحدیث کے سلسلہ میں جید علماء  
پر مقرر محاضرات اور علوم حدیث کے بارہ میں علمی و تحقیقی ماحول  
کا پورا پورا اہتمام ہے۔

طلباء کو ادارہ کی طرف سے معقول وظیفہ بھی دیا جاتا ہے  
تاکہ پوری یکسوئی کے ساتھ یہ اپنی ذہنی و فکری صلاحیتوں  
کو ریاض ثبوت کی خوشہ چینی میں صرف کر سکیں۔  
علوم حدیث میں تخصص اور تبحر کے علاوہ ان کو تفصیل  
سے ان فتنوں سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔ جن کو دور  
حاضرہ کی مادیت پرستانہ تہذیب نے جہنم دیا ہے۔

محمد اسحاق چیمہ ناظم ادارہ علوم اشریہ  
لائل پور

امام دارالافتاء

ارشاد الحق

آلاءہ معلومہ اثریہ • لعلک پور